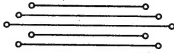


تفسیر ابن کثیر



چند اہم مضامین کی فہرست



- ۲۱۹ • ہر نبی کو ایذا دی گئی
• اللہ کے فیصلے اٹل ہیں
• صرف اللہ تعالیٰ کے نام کا ذبیحہ حلال باقی سب حرام
• سدھائے ہوئے کتوں کا شکار
• مومن اور کافر کا تقابل جائزہ
• بستیوں کے رئیس گمراہ ہو جائیں تو تباہی کی علامت ہوتے ہیں
• جس پر اللہ کا کرم اس پر راہ ہدایت آسان
• قرآن حکیم ہی صراطِ مستقیم کی تشریح ہے
• یومِ حشر
• سب سے بے نیاز اللہ
• بدعت کا آغاز
• نذر نیار
• اولاد کے قاتل
• مسائل زکوٰۃ اور عشر مظاہر قدرت
• خود ساختہ حلال و حرام جہالت کا شر ہے
• اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حلال و حرام
• مشرک ہو یا کافر تو پیکر لے تو معاف!
• نبی اکرم ﷺ کی وصیتیں
• یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید
• شیطانی راہیں فرقہ سازی
• قیامت اور بے بسی
• اہل بدعت گمراہ ہیں
• جمبوئے مہم جو غلط سہارے
• اللہ کی رحمت اللہ کے غضب پر غالب ہے
• سابقہ باغیوں کی بستیوں کے کھنڈرات باعث عبرت ہیں
• ابلیس آدم علیہ السلام اور نسلِ آدم
- ۲۱۲ • ابلیس کا طریقہ واردات اس کی اپنی زبانی
• اللہ تعالیٰ کے نافرمان جہنم کا اندھن ہیں
• پہلا امتحان اور اسی میں انحراف اور اس کا انجام
• سفر ارضی کے بارہ میں یہودی روایات
• لباس اور داڑھی جمال و جلال
• ابلیس سے بچنے کی تاکید
• جہالت اور طواف کعبہ
• برہنہ ہو کر طوافِ ممنوع قرار دے دیا گیا
• موت کی ساعت طے شدہ ہے۔۔۔ اور اٹل ہے
• اللہ پر بہتان لگانے والا سب سے بڑا ظالم ہے
• کفار کی گردنوں میں طوق
• بدکاروں کی روٹیں دھتکاری جاتی ہیں
• اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل انسانی بس میں ہے!
• جہنمیوں اور دوزخیوں میں مکالمہ
• جنت اور جہنم میں دیوار اور اعراف والے
• کفر کے ستون اور ان کا حشر
• آخری حقیقت جنت اور دوزخ کا مشاہدہ
• تمام مظاہر قدرت اس کی شان کے مظہر ہیں
• نوح علیہ السلام پر کیا گزری؟
• ہود علیہ السلام اور ان کا رویہ!
• قوم عاد کا باغیانہ رویہ
• ثمود کی قوم اور اس کا عبرت ناک انجام
• صالح علیہ السلام ہلاکت کے اسباب کی نشاندہی کرتے ہیں
• لوط علیہ السلام کی بدقیصبت قوم
• خطیب الانبیاء شعیب علیہ السلام
• قوم شعیب کی بد اعمالیاں
- ۲۱۳
۲۱۶
۲۱۶
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۰
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۶
۲۳۸
۲۴۱
۲۴۱
۲۴۵
۲۴۷
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۴
۲۵۷

وَلَوْ أَنَّا نَزَّلْنَاهُ إِلَيْهِمُ الْمَلِیْکَۃَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتِیَّ وَحَشَرْنَا عَلَیْهِمْ
 كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوا لَیُؤْمِنُوْا اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَلَکِنْ
 اَکْثَرُهُمْ یَجْهَلُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیْطٰنِ
 الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحٰی بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا
 وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرَهُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ ۝

اگر ہم ان کے پاس فرشتے بھی اتارتے اور مردے بھی ان سے باتیں کرتے اور ہر چیز کو ہم ان کے سامنے بھی لا کر جمع کر دیتے تو بھی یہ ایمان نہ لاتے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ چاہے بلکہ ان میں کے اکثر نادانی کرتے ہیں ○ اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن چند شریر انسانوں اور سرکش جنوں کو بنادیا ہے کہ دھوکہ دہی کی غرض سے ایک دوسرے کے کان میں کچنی کچنی باتیں پہنچاتے رہتے ہیں۔ اگر تیرا رب چاہتا تو یہ شیاطین ایسی حرکت نہ کرتے۔ تو ان سے اور ان کی بہتان بازیوں سے بے نیاز ہو جا ○

فرماتا ہے کہ یہ کفار جو تمہیں کھا کھا کر تم سے کہتے ہیں کہ اگر کوئی معجزہ وہ دیکھ لیتے تو ضرور ایمان لے آتے۔ یہ غلط کہتے ہیں۔ تمہیں ان کے ایمان لانے سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر فرشتے اترتے تو ہم مان لیتے لیکن یہ بھی جھوٹ ہے۔ فرشتوں کے آجانے پر بھی اور ان کے کہہ دینے سے بھی کہ یہ رسول برحق ہیں انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ یہ صرف ایمان نہ لانے کے بہانے تراشتے ہیں کہ کبھی کہہ دیتے ہیں اللہ کو لے آ۔ کبھی کہتے ہیں فرشتوں کو لے آ۔ کبھی کہتے ہیں اگلے نبیوں جیسے معجزے لے آ۔ یہ سب حجت بازی اور حیلے حوالے ہیں۔ دلوں میں تکبر بھرا ہوا ہے۔ زبان سے سرکشی اور برائی ظاہر کرتے ہیں۔ اگر مردے بھی قبروں سے اٹھ کر آ جائیں اور کہہ دیں کہ یہ رسول برحق ہیں ان کے دلوں پر اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوگا۔ قُبُلًا کی دوسری قرأت قُبُلًا ہے جس کے معنی مقابلے اور معاندانہ ہوتے ہیں۔ ایک قول میں قُبُلًا کے معنی بھی یہی بیان کئے گئے ہیں۔ ہاں مجاہد سے مروی ہے کہ اس کے معنی گروہ گروہ کے ہیں۔ ان کے سامنے اگر ایک ایک امت آ جاتی اور رسولوں کی صداقت کی گواہی دیتی تو بھی یہ ایمان نہ لاتے مگر یہ کہ اللہ چاہے اس لئے کہ ہدایت کا مالک وہی ہے نہ کہ یہ۔ وہ جسے چاہے ہدایت دے دے۔ وہ جو کرا تا چاہے کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا اور وہ چونکہ حاکم مل ہے ہر ایک سے باز پرس کر سکتا ہے وہ علیم و حکیم ہے۔ حاکم و غالب و قاهر ہے۔ اور آیت میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّقَتْ عَلَیْہِمْ کَلِمَۃَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا لُحًّی، یعنی جن لوگوں کے ذمہ گڑباز ثابت ہو گیا ہے وہ تمام تر نشانیاں دیکھتے ہوئے بھی ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ الٹا عذاب نہ دیکھ لیں۔

ہر نبی کو ایذا دی گئی ☆ ☆ (آیت ۱۱۳) ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ تنگ دل اور مغوم نہ ہوں جس طرح آپ کے زمانے کے یہ کفار آپ کی دشمنی کرتے ہیں اسی طرح ہر نبی کے زمانے کے کفار اپنے اپنے نبیوں کے ساتھ دشمنی کرتے رہے ہیں، جیسے اور آیت میں تسلی دیتے ہوئے فرمایا وَلَقَدْ کَذَّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ اِلٰہُ، تجھ سے پہلے کے پیغمبروں کو بھی جھٹلایا گیا انہیں بھی ایذا کیں پہنچائی گئیں جس پر انہوں نے صبر کیا۔ اور آیت میں کہا گیا ہے کہ تجھ سے بھی وہی کہا جاتا ہے جو تجھ سے پہلے کے نبیوں کو کہا گیا تھا۔ تیرا رب بڑی مغفرت ہے اور ساتھ ہی الٹا عذاب کرنے والا بھی ہے۔ اور آیت میں وَ کَذَّلِکَ جَعَلْنَا لِحُکْمِیْ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُحَرِّمِیْنَ ہم نے نگہداروں کو ہر نبی کا دشمن بنادیا ہے۔ یہی بات ورقہ بن نوفل نے آنحضرت ﷺ سے کہی تھی کہ آپ جیسی چیز جو رسول بھی لے کر آیا اس سے

وَلْتَصْنَعِ الْإِنْسَانَ الْفِئْدَةَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَلِيَرِضُوهُ وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُمْ مُقْتَرِفُونَ ﴿۱۱۳﴾

یہ صرف اس لئے کہ ان لوگوں کے دل ان باتوں کی طرف مائل ہو جائیں جو آخرت کو نہیں مانتے اور وہ انہیں پسند کر لیں اور جس عمل کے لائق یہ ہیں کر گذریں ○

عداوت کی گئی۔ نبیوں کے دشمن شریرا انسان بھی ہوتے ہیں اور جنات بھی۔ عَدُوًّا سے بدل شَيْطَانِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ ہے۔ انسانوں میں بھی شیطان ہیں اور جنوں میں بھی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ایک دن نماز پڑھ رہے تھے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا تم نے شیاطین انس و جن سے اللہ کی پناہ بھی مانگ لی؟ صحابی نے پوچھا: کیا انسانوں میں بھی شیطان ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ یہ حدیث منقطع ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس مجلس میں آپ دیر تک تشریف فرما رہے۔ مجھ سے فرمانے لگے: ابوذر تم نے نماز پڑھ لی؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! نہیں پڑھی! آپ نے فرمایا: اٹھو اور دو رکعت ادا کرلو۔ جب میں فارغ ہو کر آیا تو فرمانے لگے: کیا تم نے انسانی و جناتی شیاطین سے اللہ کی پناہ مانگ لی تھی؟ میں نے کہا نہیں۔ کیا انسانوں میں بھی شیطان ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں اور وہ جنوں کے شیطانوں سے بھی زیادہ شریہ ہیں۔ اس میں بھی انقطاع ہے۔

ایک متصل روایت مسند احمد میں مطول ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ مسجد کا ہے۔ اور روایت میں حضور ﷺ کا اس فرمان کے بعد یہ پڑھنا بھی مروی ہے کہ شَيْطَانِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوجِيْ بِغَضُّهُمْ إِلَى بَعْضِ زُخْرُفِ الْقَوْلِ غُرُورًا الْغُرُورُ یہ حدیث بہت سی سندوں سے مروی ہے جس سے قوت صحت کا فائدہ ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ مکرّم سے مروی ہے کہ انسانوں میں شیطان نہیں جنات کے شیطان ایک دوسرے سے کاٹا پھوی کرتے ہیں آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ انسانوں کے شیطان جو انسانوں کو گمراہ کرتے ہیں اور جنوں کے شیطان جو جنوں کو گمراہ کرتے ہیں جب آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے سے اپنی کارگزاری ایماں کر کے کہیں کہیں نے فلاں کو اس طرح بہکایا۔ تو فلاں کو اس طرح بہکایا ایک دوسرے کو گمراہی کے طریقے بتاتے ہیں۔ اس سے امام ابن جریر تو یہ سمجھے ہیں کہ شیطان تو جنوں سے ہی ہوتے ہیں لیکن بعض انسانوں پر لگے ہوئے ہوتے ہیں، بعض جنات پر۔ تو یہ مطلب مکرّم کے قول سے تو ظاہر ہے۔ ہاں سدی کے قول میں مقمل ہے۔ ایک قول میں مکرّم اور سدی دونوں سے یہ مروی ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں جنات کے شیاطین ہیں جو انہیں بہکاتے ہیں جیسے انسانوں کے شیآن جو انہیں بہکاتے ہیں اور ایک دوسرے سے مل کر مشورہ دیتے ہیں کہ اسے اس طرح بہکا۔ صحیح دہی ہے جو حضرت ابوذر ڈوالی حدیث میں اوپر گذرا۔ عربی میں ہر سرکش شریک کو شیطان کہتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور نے سیاہ رنگ کے کتے کو شیطان فرمایا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ کتوں میں شیطان ہے واللہ اعلم۔ مجاہد فرماتے ہیں کفار جن کفار انسانوں کے کتوں میں صور پھونکتے رہتے ہیں۔ مکرّم فرماتے ہیں میں مختار ابن ابی عیاد کے پاس گیا اس نے میری بڑی تعظیم و تکریم کی اپنے ہاں مہمان بنا کر خضر ابارات کو بھی شاید اپنے ہاں سلاتا لیکن مجھ سے اس نے کہا کہ جاؤ لوگوں کو کچھ سناؤ میں جا کر بیٹھا ہی تھا کہ ایک شخص نے مجھ سے پوچھا آپ وحی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ میں نے کہا وحی کی دو قسمیں ہیں ایک اللہ کی طرف سے جیسے فرمان ہے بِمَآ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنُ اور دوسری وحی شیطانی جیسے فرمان ہے شَيْطَانِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوجِيْ بِغَضُّهُمْ إِلَى بَعْضِ آخِ اتنا سنتے ہی لوگ میرے اوپر پل پڑے۔ قریب تھا کہ پکڑ کر مار پیٹ شروع کر دیں میں نے کہا ارے مجاہد! یہ تم میرے ساتھ کیا کرنے لگے؟ میں نے تو تمہارے سوال کا جواب دیا اور میں تو تمہارا مہمان ہوں چنانچہ انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ مختار ملعون لوگوں سے کہتا تھا کہ میرے پاس وحی آتی ہے۔ اس کی بہن حضرت صفیہ حضرت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں اور بڑی دیندار تھیں۔

جب حضرت عبداللہ کو مختار کا یہ قول معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا وہ ٹھیک کہتا ہے۔ قرآن میں ہے وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُؤْخَذُونَ بِأَلْوَانِهِمْ یعنی شیطان بھی اپنے دوستوں کی طرف وحی لے جاتے ہیں۔ الغرض ایسے منکر سرکش جنات و انس میں ایک دوسرے کو دھوکے بازی کی باتیں سکھاتے ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر اور چاہت و مشیت ہے۔ وہ ان کی وجہ سے اپنے نبیوں کی اولوالعزمی اپنے بندوں کو دکھا دیتا ہے۔ تو ان کی عداوت کا خیال بھی نہ کر۔ ان کا جھوٹ تجھے کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ تو اللہ پر بھروسہ رکھ۔ اسی پر توکل کر اور اپنے کام اسے سونپ کر بے فکر ہو جا۔ وہ تجھے کافی ہے اور وہی تیرا مددگار ہے۔ یہ لوگ جو اس طرح کی خرافات کرتے ہیں یہ محض اس لئے کہ بے ایمانوں کے دل ان کی نگاہیں اور ان کے کان ان کی طرف جھک جائیں۔ وہ ایسی باتوں کو پسند کریں۔ اس سے خوش ہو جائیں۔ پس ان کی باتیں وہی قبول کرتے ہیں جنہیں آخرت پر ایمان نہیں ہوتا۔ ایسے واصل جہنم ہونے والے بہکے ہوئے لوگ ہی ان کی فضول اور پکٹی چیز باتوں میں پھنس جاتے ہیں۔ پھر وہ کرتے ہیں جو ان کے قابل ہے۔

أَفَغَيْرَ اللَّهِ ابْتَغَىٰ حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ
مُفَصَّلًا وَالَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ
مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ وَتَمَّتْ
كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَتِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ
الْعَلِيمُ ۝

کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو فیصلہ کرنے والا تلاش کروں؟ حالانکہ اسی نے تفصیل وار کتاب نازل فرمائی ہے جن لوگوں کو ہم نے کتاب دے رکھی ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ بلاشبہ تیرے رب کی طرف سے ہی حق کے ساتھ اتاری گئی ہے۔ پس تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا ۝ تیرے رب کی بات صداقت و عدالت کے ساتھ کامل ہوگئی۔ اس کی باتوں کا بدلے والا کوئی نہیں اور وہی سننے والا جاننے والا ہے ۝

اللہ کے فیصلے اٹل ہیں: ☆ ☆ (۱۱۳-۱۱۵) حکم ہوتا ہے کہ مشرک جو کہ اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش کر رہے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ کیا میں آپس میں فیصلہ کرنے والا بجز اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو تلاش کروں؟ اسی نے صاف کھلے فیصلے کرنے والی کتاب نازل فرمادی ہے۔ یہود و نصاریٰ جو صاحب کتاب ہیں اور جن کے پاس اگلے نبیوں کی بشارتیں ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ قرآن کریم اللہ کی طرف سے حق کے ساتھ نازل شدہ ہے۔ تجھے بھی لوگوں میں نہ ملنا چاہئے۔ جیسے فرمان ہے فَإِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ، یعنی ہم نے جو کچھ وحی تیری طرف اتاری ہے اگر تجھے اس میں شک ہو تو جو لوگ اگلی کتابیں پڑھتے ہیں تو ان سے پوچھ لے۔ یقین مان کہ تیرے رب کی جانب سے تیری طرف حق اتار چکا ہے۔ پس تو شک کرنے والوں میں نہ ہو۔ یہ شرط ہے اور شرط کا واقع ہونا کچھ ضروری نہیں۔ اسی لئے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا نہ میں شک کروں نہ کسی سے سوال کروں۔ تیرے رب کی باتیں صداقت میں پوری ہیں۔ اس کا ہر حکم عدل ہے۔ وہ اپنے حکم میں بھی عادل ہے اور خبروں میں صادق ہے اور یہ خبر صداقت پر مبنی ہے۔ جو خبریں اس نے دی ہیں وہ بلاشبہ درست ہیں اور جو حکم فرمایا ہے

وہ سراسر عدل ہے۔ اور جس چیز سے روکا وہ یکسر باطل ہے۔ کیونکہ وہ جس چیز سے روکتا ہے وہ برائی والی ہی ہوتی ہے۔ جیسے فرمان ہے
يَا مَعْزُومُ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وہ انہیں بھلی باتوں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کے
فرمان کو بدل سکے۔ اس کے حکم اٹل ہیں۔ دنیا میں کیا اور آخرت میں کیا اس کا کوئی حکم ٹل نہیں سکتا۔ اس کا تقاب کوئی نہیں کر سکتا۔ وہ
اپنے بندوں کی باتیں سنتا ہے اور ان کی حرکات و سکنات کو بخوبی جانتا ہے۔ ہر عامل کو اس کے برے بھلے عمل کا بدلہ ضرور دے گا۔

وَأَنْ تَطْعَ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ
سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا
يَخْرُصُونَ ۝ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ
سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝

دنیا میں اکثر لوگ ایسے ہیں کہ اگر تو ان کے کہے پر چلے تو وہ تجھے راہ اللہ سے ہٹکا دیں۔ وہ تو صرف گمان کے پیچھے چلے ہوئے ہیں اور انکل بچہ باتیں ہی بتاتے
ہیں۔ تیرا رب ہی انہیں بخوبی جانتا ہے جو اس کی راہ سے ہٹ چکے ہوئے ہیں۔ جو راہ راست پر ہیں انہیں بھی وہی خوب جانتا ہے۔

بیکار خیالوں میں گرفتار لوگ ☆ ☆ (آیت ۱۱۶-۱۱۷) اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اکثر لوگ دنیا میں گمراہ کن ہوتے ہیں۔ جیسے فرمان
ہے وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ اور جگہ ہے وَمَا أَكْثَرَ النَّاسَ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ گو تو حرص کرے لیکن اکثر لوگ
ایمان لانے والے نہیں۔ پھر یہ لوگ اپنی گمراہی میں بھی کسی یقین پر نہیں صرف باطل گمان اور بیکار خیالوں کا شکار ہیں۔ اندازے سے
باتیں بتا لیتے ہیں۔ پھر ان کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ خیالات کے پیرو ہیں۔ تو ہم پرستی میں گمراہ ہوئے ہیں یہ سب شیت الہی ہے۔ وہ
گمراہوں کو بھی جانتا ہے اور ان پر گمراہیاں آسان کر دیتا ہے۔ وہ راہ یافتہ لوگوں سے بھی واقف ہے اور انہیں ہدایت آسان کر دیتا ہے۔ ہر
فصل پر وہی کام آسان ہوتے ہیں جن کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ
مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ
وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنَّ
كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَاءِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ
بِالْمُعْتَدِينَ ۝ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ
الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ۝

جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے کھا لیا کرو اگر تم کسی کی آجوں پر ایمان رکھنے والے ہو ○ تمہیں کیا ہو گیا اگر تم اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ جو چیزیں تم

پر حرام کی گئی ہیں وہ کھول کھول کر بیان ہو چکی ہیں، بجز اس حالت کے کہ تم ان چیزوں کی طرف بے بس کر دیے جاؤ۔ اکثر لوگ صرف اپنی خواہشوں کی بنا پر بغیر علم کے دوسروں کو بہکا رہتے ہیں۔ ہر ایک حد سے تجاوز کرنے والے کو اللہ بخوبی جانتا ہے ○ کلمے چھپے ہر قسم کے گناہ چھوڑ دو۔ گنہگاروں کو ان کی کی گنہگاریوں کی سزا یقیناً دی جائے گی ○

صرف اللہ تعالیٰ کے نام کا ذبیحہ حلال باقی سب حرام: ☆ ☆ (آیت ۱۱۸-۱۱۹) حکم بیان ہو رہا ہے کہ جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے اسے کھایا کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس جانور کے ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کا کھانا مباح نہیں۔ جیسے مشرکین از خود مرگیا ہو اور مدار جانور بتوں اور تھاؤں پر ذبح کیا ہو جانور کھالیا کرتے تھے۔ کوئی وجہ نہیں کہ جن حلال جانوروں کو شریعت کے حکم کے مطابق ذبح کیا جائے اس کے کھانے میں حرج سمجھا جائے بالخصوص اس وقت کہ ہر حرام جانور کا بیان کھول کھول کر کر دیا گیا ہے۔ فصل کی دوسری قرات فصل ہے وہ حرام جانور کھانے ممنوع ہیں سوائے مجبوری اور سخت بے بسی کے کہ اس وقت جو مل جائے اس کے کھا لینے کی اجازت ہے۔ پھر کافروں کی زیادتی بیان ہو رہی ہے کہ وہ مردار جانور کو اور ان جانوروں کو جن پر اللہ کے سوا دوسروں کے نام لئے گئے ہوں حلال جانتے تھے۔ یہ لوگ بلا علم صرف خواہش پرستی کر کے دوسروں کو بھی راہ حق سے ہٹا رہے ہیں۔ ایسوں کی افترا پر دمازی دروغ بانی اور زیادتی کو اللہ بخوبی جانتا ہے۔

(آیت ۱۲۰) غار ہری اور باطنی گناہوں کو ترک کر دو۔ چھوٹے بڑے پوشیدہ اور ظاہر گناہ کو چھوڑ دو۔ نہ کھلی بدکاری عورتوں کے ہاں جاؤ نہ چوری چھپے بدکاریاں کرو۔ کھلم کھلا ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔ غرض ہر گناہ سے دور رہو۔ کیونکہ ہر بدکاری کا برابر بدلہ ہے۔ حضورؐ سے سوال ہوا کہ گناہ کسے کہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو نہ چاہے کہ کسی کو اس کی اطلاع ہو جائے۔

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۖ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُؤْخَذَ إِلَىٰ أَوْلِيَٰهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۚ وَإِنَّ أَطْعَمَتُهُمْ
إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ۖ

جس پر نام اللہ نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ۔ اس کا کھانا کھلی نافرمانی ہے۔ شیطان اپنے ذہب کے لوگوں کے دلوں میں دوسے ڈالتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے کج بجٹی کریں۔ اگر تم نے ان کا کہاں لیا تو تمہارے بھی مشرک ہونے میں کوئی شک نہیں ○

سدھائے ہوئے کتوں کا شکار: ☆ ☆ (آیت ۱۲۱) یہی آیت ہے جس سے بعض علماء نے یہ سمجھا ہے کہ گو کسی مسلمان نے ہی ذبح کیا ہو لیکن اگر بوقت ذبح اللہ کا نام نہیں لیا تو اس ذبیحہ کا کھانا حرام ہے اس بارے میں علماء کے تین قول ہیں۔ ایک تو وہی جو مذکور ہوا۔ خواہ جان بوجھ کر اللہ کا نام نہ لیا ہو یا بھول کر۔ اس کی دلیل آیت فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ ہے یعنی جس شکار کو تمہارے شکاری کتے روک رکھیں تم اسے کھاؤ اور اللہ کا نام اس پر لو۔ اس آیت میں ایسی تاکید کی اور فرمایا کہ یہ کھلی نافرمانی ہے یعنی اس کا کھانا۔ یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا۔ احادیث میں بھی شکار کے اور ذبیحے کے متعلق حکم وارد ہوا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں جب تو اپنے سدھائے ہوئے کتے کو اللہ کا نام لے کر چھوڑے جس جانور کو وہ تیرے لئے پکڑ کر روک لے تو اسے کھا لے۔ اور حدیث میں ہے جو چیز خون بہا دے

اور اللہ کا نام بھی اس پر لیا گیا ہوا اے کھالیا کرو۔ جنوں سے حضورؐ نے فرمایا تھا تمہارے لئے ہر وہ ہڈی غذا ہے جس پر اللہ کا نام لیا جائے۔ عید کی قربانی کے متعلق آپؐ کا ارشاد مردی ہے کہ جس نے نماز عید پڑھنے سے پہلے ہی ذبح کر لیا، وہ اس کے بدلے دوسرا جانور ذبح کر لے اور جس نے قربانی نہیں کی وہ ہمارے ساتھ عید کی نماز پڑھے پھر اللہ کا نام لے کر اپنی قربانی کے جانور کو ذبح کرے۔ چند لوگوں نے حضورؐ سے پوچھا کہ بعض کو مسلم ہمیں گوشت دیتے ہیں۔ کیا خیر انہوں نے ان جانوروں کے ذبح کرنے کے وقت اللہ کا نام بھی لیا یا نہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا تم ان پر اللہ کا نام لو اور کھاؤ۔

الغرض اس حدیث سے بھی یہ مذہب قوی ہوتا ہے کیونکہ صحابہؓ نے بھی سمجھا کہ بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے اور یہ لوگ احکام اسلام سے صحیح طور پر واقف نہیں۔ ابھی ابھی مسلمان ہوئے ہیں۔ کیا خبر اللہ کا نام لیتے بھی ہیں یا نہیں؟ تو حضورؐ نے انہیں بطور مزید احتیاط فرمادیا کہ تم خود اللہ کا نام لے لو تا کہ بالفرض انہوں نے مذہبی لیا ہو تو یہ اس کا بدلہ ہو جائے۔ ورنہ ہر مسلمان پر ظاہر احسن ظن ہی ہوگا۔ دوسرا قول اس مسئلہ میں یہ ہے کہ بوقت ذبح بسم اللہ کا پڑھنا شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اگر چھوٹ جائے گو وہ عمداً ہو یا بھول کر کوئی حرج نہیں۔ اس آیت میں جو فرمایا گیا ہے کہ یہ فق ہے اس کا مطلب یہ لوگ یہ لیتے ہیں کہ اس سے مراد غیر اللہ کے لئے ذبح کیا ہوا جانور ہے جیسے اور آیت میں ہے اَوْفُسُقًا اِهْلًا لِغَيْرِ اللَّهِ بِهٖ يَقُولُ عَطَا اَنْجَارًا جانوروں سے رد کیا گیا ہے جنہیں کفار اپنے معبودوں کے نام ذبح کرتے تھے اور جو بیویوں کے ذبیحہ سے بھی ممانعت کی گئی۔ اس کا جواب بعض متاخرین نے یہ بھی دیا ہے کہ وَانْذَرُوا سَورۃ النعام - ۱۲۱ میں داؤد حالیہ ہے تو فق اسی وقت ہوگا جب اسے غیر اللہ کے نام کا مان لیں اور یہ داؤد عطف کا ہو نہیں سکتا ورنہ اس سے جملہ اسمیہ جریہ کا عطف جملہ فعلیہ حالیہ پر لازم آئے گا۔ لیکن یہ دلیل اس کے بعد کے جملے وَانْ الشَّيْطٰنُ سے ہی ٹوٹ جاتی ہے اس لئے کہ وہ تو یقیناً عاطفہ جملہ ہے۔ تو جس اگلے داؤد کو حالیہ کہا گیا ہے اگر اسے حالیہ مان لیا جائے تو پھر اس پر اس جملے کا عطف ناجائز ہوگا اور اگر اسے پہلے کے حالیہ جملے پر عطف ڈالا جائے تو جو اعتراض یہ دوسرے پر وارد کر رہے تھے وہی ان پر پڑے گا۔ ہاں اگر اس داؤد کو حالیہ نہ مانا جائے تو یہ اعتراض ہٹ سکتا ہے لیکن جو بات اور دعویٰ تھا وہ سرے سے باطل ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔

ابن عباسؓ کا قول ہے مراد اس سے مردار جانور ہے جو اپنی موت آپ مر گیا ہو۔ اس مذہب کی تائید ابو داؤد کی ایک مرسل حدیث سے بھی ہو سکتی ہے جس میں حضورؐ کا فرمان ہے کہ مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے۔ اس نے اللہ کا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو کیونکہ اگر وہ لیتا تو اللہ کا نام ہی لیتا۔ اس کی مضبوطی دارقطنیؒ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جب مسلمان ذبح کرے اور اللہ کا نام نہ ذکر کرے تو کھالیا کرو کیونکہ مسلمان اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اسی مذہب کی دلیل میں وہ حدیث بھی پیش ہو سکتی ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ نو مسلموں کے ذبیحہ کے کھانے کی جس میں دونوں احتمال تھے آپؐ نے اجازت دی۔ تو اگر بسم اللہ کا کہنا شرط اور لازم ہوتا تو حضورؐ تحقیق کرنے کا حکم دیتے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اگر بسم اللہ کہنا بوقت ذبح بھول گیا ہے تو ذبیحہ حلال ہے اور اگر قصد انہیں کبی تو حلال نہیں۔ ہدایہ میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ سے پہلے اس بات پر اجماع تھا کہ جس ذبیحہ پر عمداً بسم اللہ نہ کہی جائے وہ حرام ہے۔ اسی لئے امام ابو یوسفؒ اور مشائخ نے کہا ہے کہ اگر کوئی حاکم اسے بیچنے کا حکم بھی دے تو وہ حکم جاری نہیں ہو سکتا کیونکہ اجماع کے خلاف ہے۔ لیکن صاحب ہدایہ کا یہ قول محض غلط ہے۔ امام شافعیؒ سے پہلے بھی بہت سے ائمہ اس کے خلاف تھے۔ چنانچہ اوپر جو دوسرا مذہب بیان ہوا ہے کہ بسم اللہ پڑھنا شرط نہیں بلکہ مستحب ہے یہ امام شافعیؒ کا ان کے سب ساتھیوں کا اور ایک روایت میں امام احمدؒ کا اور امام مالکؒ کا اور اہلبین بن عبد العزیزؒ کا مذہب ہے اور یہی بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عطاء بن ابی رباحؓ کا اس سے اختلاف ہے۔ پھر اجماع کا دعویٰ کرنا کیسے درست ہو

سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

امام ابو جعفر بن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے بوقت ذبح بسم اللہ بھول کر نہ کہے جانے پر بھی ذبیحہ حرام کہا ہے انہوں نے اور دلائل سے اس حدیث کی بھی مخالفت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا 'مسلم کو اس کا نام ہی کافی ہے۔ اگر وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام ذکر کرنا بھول گیا تو اللہ کا نام لے اور کھالے۔ یہ حدیث یحییٰ میں ہے لیکن اس کا مرفوع روایت کرنا خطا ہے اور یہ خطا معقل بن عبد اللہ خزازی کی ہے۔ ہیں تو یہ صحیح مسلم کے راویوں میں سے مگر سعید بن منصور اور عبد اللہ بن زبیر حمیری اسے عبد اللہ بن عباسؓ سے موقوف روایت کرتے ہیں۔ بقول امام یحییٰ یہ روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ قسمی اور محمد بن سیرین اس جانور کا کھانا مکروہہ جانتے تھے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ گو بھول سے ہی رہ گیا ہو۔ ظاہر ہے کہ سلف کراہت کا اطلاق حرمت پر کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔ ہاں یہ یاد رہے کہ امام ابن جریر کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ ان دو ایک قولوں کو کوئی چیز نہیں سمجھتے جو جمہور کے مخالف ہوں اور اسے اجماع شمار کرتے ہیں۔ واللہ الموفق۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ میرے پاس بہت سے پرند ذبح شدہ آئے ہیں۔ ان میں سے بعض کے ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھی گئی ہے اور بعض پر بھول سے رہ گئی ہے اور سب غلط ملط ہو گئے ہیں۔ آپ نے فتویٰ دیا کہ سب کھالو۔ پھر محمد بن سیرینؒ سے یہی سوال ہوا تو آپ نے فرمایا، جن پر اللہ کا ذکر نام نہیں کیا گیا، انہیں نہ کھاؤ۔ اس تیسرے مذہب کی دلیل میں یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطا کو بھول کر اور جس کام پر بردستی کی جائے اس کو معاف فرمادیا ہے۔ لیکن اس میں ضعف ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ بتائیے تو ہم میں سے کوئی شخص ذبح کرے اور بسم اللہ کہنا بھول جائے؟ آپ نے فرمایا، اللہ کا نام ہر مسلمان کی زبان پر ہے (یعنی وہ حلال ہے) لیکن اس کی اسناد ضعیف ہے۔ مروان بن سالم ابو عبد اللہ شامی اس حدیث کا راوی ہے اور ان پر بہت سے آئمہ نے جرح کی ہے۔ واللہ اعلم۔ میں نے اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ اس میں تمام مذاہب اور ان کے دلائل وغیرہ تفصیل سے لکھے ہیں اور پوری بحث کی ہے۔ بظاہر دلیلوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ذبح کے وقت بسم اللہ کہنا ضروری ہے۔ لیکن اگر کسی مسلمان کی زبان سے جلدی میں یا بھولے سے یا کسی اور وجہ سے نہ نکلے اور ذبح ہو گیا تو وہ حرام نہیں ہوتا (واللہ اعلم مترجم) عام اہل علم تو کہتے ہیں کہ اس آیت کا کوئی حصہ منسوخ نہیں لیکن بعض حضرات کہتے ہیں اس میں اہل کتاب کے ذبیحہ کا استکنا کر لیا گیا ہے اور ان کا ذبح کیا ہوا حلال جانور کھالینا ہمارے ہاں حلال ہے۔ تو گو وہ اپنی اصطلاح میں اسے نسخ سے تعبیر کریں لیکن دراصل یہ ایک مخصوص صورت ہے۔

پھر فرمایا کہ شیطان اپنے دلیوں کی طرف وحی کرتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے جب کہا گیا کہ مختار گمان کرتا ہے کہ اس کے پاس وحی آتی ہے تو آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا، وہ ٹھیک کہتا ہے۔ شیطان بھی اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ اس وقت مختار حج کو آیا ہوا تھا۔ ابن عباسؓ کے اس جواب سے کہ وہ سچا ہے اس شخص کو سخت تعجب ہوا۔ اس وقت آپ نے تفصیل بیان فرمائی کہ ایک تو اللہ کی وحی جو آنحضرتؐ کی طرف آئی اور ایک شیطانی وحی ہے جو شیطان کے دوستوں کی طرف آتی ہے۔ شیطانی دساؤں کو لے کر لشکر شیطان اللہ والوں سے جھگڑتے ہیں۔ چنانچہ یہودیوں نے آنحضرتؐ سے کہا کہ یہ کیا اندھیر ہے؟ کہ ہم اپنے ہاتھ سے مارا ہوا جانور تو کھالیں اور جسے اللہ مار دے یعنی اپنی موت آپ مر جائے اسے نہ کھائیں؟ اس پر ایک آیت اتری اور بیان فرمایا کہ وجہ حلت اللہ کے نام کا ذکر ہے۔ لیکن یہ یہ قصہ غور طلب۔ اولاً اس وجہ سے کہ یہودی از خود مرے ہوئے جانور کا کھانا حلال نہیں جانتے تھے

دوسرے اس وجہ سے بھی کہ یہودی قوم دینے میں تھے اور یہ پوری سورت مکہ میں اتری ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ حدیث ترمذی میں مروی ہے طبرانی میں ہے کہ اس حکم کے نازل ہونے کے بعد کہ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے کھا اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھا تو اہل فارس نے قریشیوں سے کھلو ابھیجا کہ آنحضرت ﷺ سے وہ جھگڑیں اور کہیں کہ جسے تم اپنی چھری سے ذبح کرو وہ تو حلال اور جسے اللہ تعالیٰ سونے کی چھری سے خود ذبح کرے وہ حرام؟ یعنی میتہ از خود مرہا جانور۔ اس پر یہ آیت اتری۔ پس شیاطین سے مراد فارسی ہیں اور ان کے اولیاء قریش ہیں۔ اور بھی اس طرح کی بہت سی روایتیں مکی ایک سندوں سے مروی ہیں لیکن کسی میں بھی یہود کا ذکر نہیں۔

پس صحیح یہی ہے کیونکہ آیت کی ہے اور یہود دینے میں تھے اور اس لئے بھی کہ یہودی خود مرہا درخور نہ تھے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں جسے تم نے ذبح کیا تو وہ ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اور جو از خود مر گیا وہ ہے جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔ مشرکین قریش فارسیوں سے خط و کتابت کر رہے تھے اور درویشوں کے خلاف انہیں مشورے اور امداد پہنچاتے تھے اور فارسی قریشیوں سے خط و کتابت رکھتے تھے اور آنحضرتؐ کے خلاف انہیں اکساتے اور ان کی امداد کرتے تھے۔ اسی میں انہوں نے مشرکین کی طرف یہ اعتراض بھی بھیجا تھا اور مشرکین نے صحابہؓ سے یہی اعتراض کیا اور بعض صحابہؓ کے دل میں بھی یہ بات کھل گئی۔ اس پر یہ آیت اتری۔ پھر فرمایا اگر تم نے ان کی تابعداری کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے کہ تم نے اللہ کی شریعت اور فرمان کے خلاف دوسرے کی مان لی اور یہی شرک ہے کہ اللہ کے قول کے مقابل دوسرے کا قول مان لیا چنانچہ قرآن کریم میں ہے اَتَّخِذُوا اَحْبَابَهُمْ وَرُحَبَاءَهُمْ اَرَبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ یعنی انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو الہ بنا لیا ہے۔ ترمذی میں ہے کہ جب حضرت عدی بن حاتمؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ حضور انہوں نے ان کی عبادت نہیں کی تو آپؐ نے فرمایا انہوں نے حرام کو حلال کہا اور حلال کو حرام کہا اور انہوں نے ان کا کہنا مانا۔ یہی عبادت ہے۔

اَوْ مِّنْ كَانَ مَيِّتًا فَاحْيَيْنَهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نَوْرًا يَّمْشِي بِهٖ فِي
النَّاسِ كَمَنْ مَّشَلَهُ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَاۚ كَذٰلِكَ
زُيِّنَ لِلْكَافِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

کیا ایک وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا اور اسے ایک نور عطا فرمایا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چل پھر رہا ہے، مثل اس شخص کے ہے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ اندھریوں میں گمراہ ہو جس سے نکل نہیں سکتا۔ ایک ایسی طرح کافروں کے لئے ان کے اعمال کو خوبصورت کر دیئے گئے ہیں ○

مومن اور کافر کا تقابلی جائزہ: ☆ (آیت ۱۲۲) مومن اور کافر کی مثال بیان ہو رہی ہے۔ ایک تو وہ جو پہلے مردہ تھا یعنی کفر و گمراہی کی حالت میں حیران و سرگشتہ تھا۔ اللہ نے اسے زندہ کیا ایمان و ہدایت بخشی۔ اتباع رسولؐ کا چمک دیا۔ قرآن جیسا نور عطا فرمایا جس کے منور احکام کی روشنی میں وہ اپنی زندگی گزارتا ہے۔ اسلام کی نورانیت اس کے دل میں رچ گئی ہے دوسرا وہ جو جہالت و ضلالت کی تاریکیوں میں گمراہ ہوا ہے جو ان میں سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتا۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اسی طرح مسلم و کافر میں بھی تفاوت ہے۔ نور و ظلمت کافر کو اور ایمان و کفر کافر کو ظاہر ہے اور آیت میں ہے اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَلِلّٰهِ اٰلُ الْاٰمَنِيْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَلِلّٰهِ اٰلُ الْاٰمَنِيْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَلِلّٰهِ اٰلُ الْاٰمَنِيْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا۔ وہ انہیں اندھروں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور کافروں کے ولی طاغوت ہیں جو انہیں نور سے ہٹا کر اندھروں میں لے جاتے ہیں۔ یہ ابھی جہنمی ہیں۔

اور آیت میں ہے اَقْمِنْ يَّمْشِيْ مُّكِبًا عَلٰی وُجُوْهِهٖ يَمْنِيْ خَيْدَةً قَامَتْ وَالْاُمْلِيْ غِيْرَ رَہِ طَلْعَ وَالَا اور سیدھے قامت والا سیدھی

راہ چلنے والا کیا برابر ہے؟ اور آیت میں ہے ان دونوں فرقوں کی مثال اندھے بہرے اور سننے دیکھنے کی طرح ہے کہ دونوں میں فرق نمایاں ہے افسوس پھر بھی تم عبرت حاصل نہیں کرتے اور جگہ فرمان ہے اندھا اور بینا اندھیرا اور روشنی سایہ اور صوبہ زندے اور مردے برابر نہیں۔ اللہ جسے چاہے سادے لیکن تو قبر والوں کو سنا نہیں سکتا۔ تو تو صرف آگاہ کر دینے والا ہے۔ اور بھی آیتیں اس مضمون کی بہت سی ہیں۔ اس سورت کے شروع میں ظلمات اور نور کا ذکر تھا۔ اسی مناسبت سے یہاں بھی مومن اور کافر کی یہی مثال بیان فرمائی گئی۔

بعض کہتے ہیں مراد اس سے وہ خاص معین شخص ہیں جیسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہ یہ پہلے گمراہ تھے۔ اللہ نے انہیں اسلامی زندگی بخشی اور انہیں نور عطا فرمایا جسے لے کر لوگوں میں چلتے پھرتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ظلمات میں جو پھنسا ہوا ہے اس سے مراد ابو جہل ہے۔ صحیح یہی ہے کہ آیت عام ہے۔ ہر مومن اور کافر کی مثال ہے۔ کافروں کی نگاہ میں ان کی اپنی جہالت و ضلالت اسی طرح آراستہ و پیراستہ کر کے دکھائی جاتی ہے۔ یہی بھی اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر ہے کہ وہ اپنی برائیوں کو ہی اچھائیاں سمجھتے ہیں۔ منہ کی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کر کے پھر اپنا نور ان پر ڈالا جسے اس نور کا حصہ ملا اس نے دنیا میں آ کر راہ پاکی اور جو وہاں محروم رہا وہ یہاں بھی بہکا ہی رہا۔ جیسے فرمان ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جاتا ہے۔ اور جیسے فرمان ہے اندھا اور دیکھتا اور اندھیرا اور روشنی برابر نہیں۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرًا مُّجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۚ وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ۝

اسی طرح ہم نے ہر شہر میں وہاں کے فاسق رئیسوں کو پیدا کر دیا ہے کہ وہ وہاں فساد پھارتے رہیں۔ دراصل یہ اپنے ہی حق میں فتنہ انگیزیاں کر رہے ہیں لیکن ہیں بھی بے رحم ○ ان کے پاس جب کبھی کوئی نشانی پہنچتی ہے کہہ دیتے ہیں کہ جب تک خود میں اسی جیسا نہ دیا جائے جو اللہ کے نبیوں کو دیا گیا ہے ہم ہرگز نہیں ماننے کے۔ اپنی پیغمبری کے لائق جگہ کا زیادہ جاننے والا اللہ ہی ہے۔ ان گنہگاروں کو ابھی ہی اللہ کے پاس کی ذلت اور بڑے بھاری عذاب ان کے فتنہ انگیزوں کے بدلے ہوں گے ○

بستیوں کے رئیس گمراہ ہو جا سکیں تو تباہی کی علامت ہوتے ہیں: ☆ (آیت: ۱۲۳-۱۲۴) ان آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تسکین فرماتا ہے اور ساتھ ہی کفار کو ہوشیار کرتا ہے۔ فرماتا ہے کہ جیسے آپ کی اس ہستی میں رؤسائے کفر موجود ہیں جو دوسروں کو بھی دین برحق سے روکتے ہیں اس طرح ہر پیغمبر کے زمانے میں اس کی ہستی میں کفر کے ستون اور مرکز رہے ہیں لیکن آخر کار وہ غارت اور تباہ ہوتے ہیں اور نتیجہ ہمیشہ نبیوں کا ہی اچھا ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا کہ ہر نبی کے دشمن ان کے زمانے کے گنہگار رہے۔ اور آیت میں ہے ہم جب کسی ہستی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے رئیسوں کو کچھ حکم احکام دیتے ہیں جس میں وہ کھلم کھلا ہماری نافرمانی کرتے ہیں۔ پس اطاعت سے گریز کرنے پر عذابوں میں گھر جاتے ہیں۔ وہاں کے شریر لوگ اون پر آ جاتے ہیں پھر بستی ہلاک ہوتی ہے اور قسمت کا ان مٹ لکھا سامنے آ جاتا ہے۔

چنانچہ اور آیتوں میں ہے کہ جہاں کہیں کوئی پیغمبر آیا وہاں کے رئیسوں اور بڑے لوگوں نے جھٹ سے کہہ دیا کہ ہم تمہاری رسالت کے منکر ہیں۔ مال میں، اولاد میں، ہم تم سے زیادہ ہیں اور ہم اسے بھی مانتے نہیں کہ ہمیں سزا ہو اور آیت میں ہے کہ ہم نے جس ہستی میں جس رسول کو بھیجا وہاں کے بڑے لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نے تو جس طریقے پر اپنے بڑوں کو پایا ہے ہم تو اسی پر چلے چلیں گے۔ مگر سہرا گمراہی کی طرف بلانا ہے اور اپنی پچھلی چڑی باتوں میں لوگوں کو پھنسانا ہے جیسے کہ قوم نوح کے بارے میں ہے وَمَكْرُؤًا مَكَرًا مُّخْتَلِفًا قِیَاسًا ت کے دن بھی جبکہ یہ ظالم اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہرائیں گے چھوٹے لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے ہم تو مسلمان ہو جاتے وہ جواب دیں گے کہ ہم نے تمہیں ہدایت سے کب روکا تھا؟ تم تو خود گنہگار تھے۔ یہ کہیں گے تمہاری دن رات کی فتنہ انگیزیوں نے اور کفر و شرک کی دعوت نے ہمیں گمراہ کر دیا۔ مگر کے معنی حضرت سفیان نے ہر جگہ عمل کے لئے ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ ان کے مکر کا وبال انہی پر پڑے گا لیکن انہیں اس کا شعور نہیں۔ جن لوگوں کو انہوں نے بہکایا ان کا وبال بھی انہیں کے دوش پر ہوگا جیسے فرمان ہے وَكَيْفَ حُمِلَ اُنْقَالَاهُمْ مَعَ اُنْقَالِهِمْ یعنی اپنے بوجھ کے ساتھ ان کے بوجھ بھی ڈھونیں گے۔ جن کو بے عملی کے ساتھ انہوں نے بہا کیا تھا۔ جب کوئی نشان اور دلیل دیکھتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ کچھ بھی ہو جب تک اللہ کا پیغام فرشتے کی معرفت خود ہمیں نہ آئے ہم تو بار آور کرنے والے نہیں۔ کہا کرتے تھے کہ ہم پر فرشتے کیوں نازل نہیں ہوتے؟ اللہ ہمیں اپنا ہدایت دیا کیوں نہیں دکھاتا؟ حالانکہ رسالت کے مستحق کی اصلی جگہ کو اللہ ہی جانتا ہے۔ ان کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ ان دونوں ہستیوں میں سے کسی بڑے رئیس پر یہ قرآن کیوں نہیں اترتا؟ جس کے جواب میں اللہ عزوجل نے فرمایا کیا تیرے رب کی رحمت کے تقسیم کرنے والے وہ ہیں؟ پس کسے یا طائف کے کسی رئیس پر قرآن کے نازل نہ ہونے سے وہ آنحضرتؐ کی تحقیر کا ارادہ کرتے تھے اور یہ صرف خداوند تکبر کی بنا پر تھا۔

جیسے فرمان ہے کہ تجھے دیکھتے ہی یہ لوگ مذاق اڑاتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ کیا یہی ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر کر گیا کرتا ہے؟ یہ لوگ ذکرِ حق کے منکر ہیں۔ کہا کرتے تھے کہ اچھا یہی ہیں جنہیں اللہ نے اپنا رسول بنایا؟ نتیجہ یہ ہوا کہ ان مسخروں کا مسخر اپنا انہی پر لانا پڑا۔ انہیں ماننا ہی پڑا تھا کہ آپ شریف النسب ہیں۔ آپ سچے اور امین ہیں۔ یہاں تک کہ نبوت سے پہلے قوم کی طرف سے آپ کو امین کا خطاب ملا تھا۔ ابوسفیان جیسے ان کا قریشیوں کے سردار نے بھی دربارِ ہرقل میں بھی حضورؐ کے عالی نسب ہونے اور سچے ہونے کی شہادت دی تھی۔ جس سے شاہ روم نے حضورؐ کی صداقت، طہارت، نبوت وغیرہ کو مان لیا تھا۔ مندرجہ حدیث میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اولاد اور ابائیم سے اسماعیل کو پسند فرمایا۔ اولاد اسماعیل سے نوکانہ کو پسند فرمایا۔ نوکانہ سے قریش کو قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے۔ فرمان ہے کہ یکے بعد دیگرے قرونوں میں سے سب سے بہتر زمانے میں پیغمبر بنایا گیا۔ ایک مرتبہ جبکہ آپ کو لوگوں کی بعض کبی بوٹی باتیں پہنچیں تو آپؐ منبر پر تشریف لائے اور لوگوں سے پوچھا میں کون ہوں؟ انہوں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق میں مجھے بہتر بنایا ہے۔ مخلوق کو جب دھوصوں میں تقسیم کیا تو مجھے ان دونوں میں جو بہتر حصہ تھا اس میں کیا؟ پھر قبیلوں کی تقسیم کے وقت مجھے سب سے بہتر قبیلے میں کیا۔ پھر جب گھرداریوں میں تقسیم کیا تو مجھے سب سے اچھے گھرانے میں بنایا۔ پس میں گھرانے کے اعتبار سے اور ذات کے اعتبار سے تم سب سے بہتر ہوں۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ حضرت جبریل نے ایک مرتبہ آپ سے فرمایا میں نے تمام مشرق و مغرب ٹٹول لیا لیکن آپ سے زیادہ افضل کسی کو نہیں پایا (حاکم بیہقی) مسند احمد میں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں کو دیکھا اور سب سے بہتر دل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا پایا۔ پھر مخلوق کے دلوں پر نگاہ ڈالی تو سب سے بہتر دل والے اصحاب رسولؐ پائے۔ پس حضورؐ کو اپنا خاص چیدہ رسولؐ بنایا اور اصحاب کو آپ کا وزیر بنایا جو آپ کے دین کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔ پس یہ

مسلمان جس چیز کو بہتر سمجھیں وہ اللہ وحدۃ لاشریک کے نزدیک بھی بہتر ہے اور جسے یہ برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہے۔ ایک باہر کے شخص نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو مسجد کے دروازے سے آتا ہوا دیکھ کر مرعوب ہو کر لوگوں سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ رسول کریم ﷺ کے چچا کے لڑکے حضرت عبداللہ بن عباس ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تو ان کے منہ سے بے ساختہ یہ آیت نکلی کہ نبوت کی جگہ کو اللہ ہی بخوبی جانتا ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ جو لوگ اس عظیم الشان نبی کی نبوت میں شک و شبہ کر رہے ہیں اطاعت سے منہ پھیر رہے ہیں انہیں اللہ کے سامنے قیامت کے دن بڑی ذلت اٹھانی پڑے گی۔ دنیا کے تکبر کی سزا خواری کی صورت میں انہیں ملے گی جو ان پر دانی ہوگی۔ جیسے فرمان ہے کہ جو لوگ میری عبادت سے جی چراتے ہیں وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں جائیں گے۔ انہیں ان کے مکر کی سزا اور سخت سزا ملے گی۔ چونکہ مکا روں کی چالیں خفیہ اور ہلکی ہوتی ہیں اس کے بدلے میں عذاب علانیہ اور سخت ہوں گے۔ یہ اللہ کا ظلم نہیں بلکہ ان کا پورا بدلہ ہے۔ اس دن ساری چھپی عیا ریاں کھل جائیں گی۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ہر بدعہد کی راہوں کے پاس قیامت کے دن ایک جھنڈا لہرا ہوا ہوگا اور اعلان ہوتا ہوگا کہ یہ فلاں بن فلاں کی غدار ہے پس اس دنیا کی پوشیدگی اس طرح قیامت کے دن ظاہر ہوگی۔ اللہ ہمیں بچائے۔

فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ٥٥

جس کی ہدایت کا ارادہ اللہ کا ہوتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کے سینے کو اتنا بچھا ہوا اور تنگ کر دیتا ہے کہ گویا اسے آسمان پر چڑھنا پڑ رہا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر پھینکا اور نجاست ڈال دیتا ہے جو یقین نہیں کرتے ○

جس پر اللہ کا کرم اس پر راہ ہدایت آسان : ☆ ☆ (آیت: ۱۲۵) اللہ کا ارادہ جسے ہدایت کرنے کا ہوتا ہے اس پر نیکی کے راستے آسان ہو جاتے ہیں جیسے فرمان ہے أَقْسَمُ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّنْ رَّبِّهِ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا هُدَاؤُكَ إِنَّكَ لَكَلِيمٌ عَلِيمٌ اور آیت میں ہے فَرَمَاوَا وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فَبِئْسَ لَكُمُ الْوَسْطَانُ بَيْنَ يَدَيْهِ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ عَادِلِينَ اور اسے تمہارے دلوں کو زینت دار بنا دیا اور کفر و فسق اور نافرمانی کی تمہارے دلوں میں کراہیت ڈال دی۔ یہی لوگ راہ ہدایت اور نیک بخت ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس کا دل ایمان و توحید کی طرف کشادہ ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ سب سے زیادہ دانا کون سا مومن ہے؟ فرمایا سب سے زیادہ موت کو یاد رکھنے والا اور سب سے زیادہ موت کے بعد کی زندگی کے لئے تیاریاں کرنے والا۔ حضورؐ سے اس آیت کی بابت سوال ہوا تو فرمایا کہ اس کے دل میں ایک نور ڈال دیا جاتا ہے جس سے اس کا سینہ کھل جاتا ہے۔ لوگوں نے اس کی نشانی دریافت کی تو فرمایا جنت کی طرف جھلکنا اور اس کی جانب رغبت کامل رکھنا اور دنیا کے فریب سے بھاگنا اور الگ ہونا اور موت کے آنے سے پہلے تیاریاں کرنا ضعیفاً کی ایک قرأت ضعیفاً بھی ہے۔ حَرَجاً کی دوسری حَرَجاً نا جا بھی ہے یعنی گنہگار۔ یادوئوں کے ایک ہی معنی یعنی تنگ جو ہدایت کے لئے نہ کھلے اور ایمان اس میں جگہ نہ پائے۔ ایک مرتبہ ایک با دیہ نشین بزرگ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حرج کے بارے میں دریافت فرمایا تو اس نے کہا یہ ایک درخت ہوتا ہے جس کے پاس

نہ تو چرواہے جاتے ہیں نہ جانور نہ وحشی۔ آپ نے فرمایا سچ ہے ایسا ہی منافق کا دل ہوتا ہے کہ اس میں کوئی بھلائی جگہ پاتی ہی نہیں۔ ابن عباس کا قول ہے کہ اسلام باوجود آسان اور کشادہ ہونے کے اسے سخت اور تنگ معلوم ہوتا ہے۔ خود قرآن میں ہے وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ اللہ نے تمہارے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ لیکن منافق کا شکی دل اس نعمت سے محروم رہتا ہے۔ اسے اسے لا الہ الا اللہ کا اقرار ایک معصیت معلوم ہوتی ہے۔ جیسی کسی پر آسان کی چڑھائی مشکل ہو۔ جیسے وہ اس کے بس کی بات نہیں۔ اسی طرح توحید و ایمان بھی اس کے قبضے سے باہر ہیں۔ پس مردہ دل والے کبھی بھی اسلام قبول نہیں کرتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بے ایمانوں پر شیطان مقرر کر دیتا ہے جو انہیں بہکاتے رہتے ہیں اور آخر سے ان کے دل کو تنگ کرتے رہتے ہیں۔ نخواست ان پر بدستی رافقی ہے اور عذاب ان پر اترا آتے ہیں۔

وَهَذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٣٥﴾
لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٦﴾

تیرے رب کی سیدھی راہ یہی ہے۔ جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں ان کے لئے تو ہم اپنی آیتیں تفصیل وار بیان کر چکے ہیں ○ ان کے لئے ان کے رب کے ہاں امن و امان کا گھر ہے۔ وہی ان کا کارساز ہے یہ سب ان اعمال کے جوہر کرتے رہے ○

قرآن حکیم ہی صراط مستقیم کی تشریح ہے: ☆☆☆ (آیت: ۱۲۶-۱۲۷) مگر انہوں کا طریقہ بیان فرما کر اپنے اس دین حق کی نسبت فرماتا ہے کہ سیدھی اور صاف راہ جو ہے روک اللہ کی طرف پہنچا دے یہی ہے۔ مُسْتَقِيمًا کا نصب حالت کی وجہ سے ہے۔ پس شرع محمدی کلام باری تعالیٰ ہی راہ راست ہے چنانچہ حدیث میں بھی قرآن کی صفت میں کہا گیا ہے کہ اللہ کی سیدھی راہ اللہ کی مضبوط رسی اور حکمت والا ذکر یہی ہے (ملاحظہ ہو ترمذی مسند وغیرہ) جنہیں اللہ کی جانب سے عقل و فہم و عمل دیا گیا ہے ان کے سامنے تو وضاحت کے ساتھ اللہ کی آیتیں آچکیں۔ ان ایمانداروں کے لئے اللہ کے ہاں جنت ہے۔ جیسے کہ یہ سلامتی کی راہ یہاں چلے ویسے ہی قیامت کے دن سلامتی کا گھر انہیں ملے گا۔ وہی سلامتیوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ ان کا کارساز اور ولی دوست ہے۔ حافظ و ناصر و مدد و مولیٰ ان کا وہی ہے۔ ان کے نیک اعمال کا بدلہ یہ پاک گھر ہوگا جہاں ہمیشگی ہے اور یکسر راحت و اطمینان سرور اور خوشی ہی خوشی ہے۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا لِّيَمْعُرَ الْجَنِّ قَدْ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ
وَقَالَ أُولَئِيَوْمَهُم مِّنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَّغْنَا
أَجَلَنَا الَّذِي أَجَلْتَ لَنَا الَّذِي أَجَلْتَ لَنَا قَالَ الْكَارُ
مَثُوكُمْ خُلِدِينَ فِيهَا أَلَا مَا شَاءَ اللَّهُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿١٣٧﴾
وَكَذَلِكَ نُؤَيِّنُ لِبَعْضِ الظَّالِمِينَ بَعْضًا لِّمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٣٨﴾

جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا۔ اسے خود اتم نے ہی آدم میں سے اپنی جماعت بہت بڑی کر لی تھی۔ ان کے دوست انسان کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے رہے اور جو مدت تو نے ہمارے لئے مقرر کر دیا تھا اس وعدہ تک ہم پہنچ گئے۔ فرمائے گا تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے جہاں تم ہمیشہ رہو گے۔ آگے جو اللہ کی مرضی۔ تیرا رب حکمت و ظلم والا ہے ○ اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کا دوست بنا دیتے ہیں یہ سب اس کے جوہر کرتے رہے ○

یوم حشر: ☆ ☆ (آیت: ۱۲۸) وہ دن بھی قریب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرے گا۔ جنات انسان عابد معبود سب ایک میدان میں کھڑے ہوں گے۔ اس وقت جنات سے ارشاد ہوگا کہ تم نے انسانوں کو خوب بہکایا اور درغلا یا۔ انسانوں کو یاد دلایا جائے گا کہ میں نے تو تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ شیطان کی نہ ماننا۔ وہ تمہارا دشمن ہے۔ میری ہی عبادت کرتے رہنا۔ یہی سیدھی راہ ہے۔ لیکن تم نے مجھ سے کام نہ لیا اور شیطان راگ میں آ گئے۔ اس وقت جنات کے دوست انسان جواب دیں گے کہ ہاں انہوں نے حکم دیا اور ہم نے عمل کیا۔ دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ رہے اور فائدہ حاصل کرتے رہے۔ جاہلیت کے زمانہ میں جو مسافر کہیں اترتا تو کہتا کہ اس واہی کے بڑے جن کی پناہ میں میں آتا ہوں۔ انسانوں سے جنات کو بھی فائدہ پہنچتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو ان کے سردار سمجھنے لگے تھے۔ موت کے وقت تک یہی حالت رہی۔ اس وقت انہیں کہا جائے گا کہ اچھا اب بھی تم ساتھ ہی جہنم میں جاؤ۔ وہیں ہمیشہ بڑے رہنا۔ یہ استثناء جو ہے وہ راجع ہے برزخ کی طرف۔ بعض کہتے ہیں دنیا کی مدت کی طرف۔ اس کا پورا بیان سورۃ ہود کی آیت خَلِّدِیْنِ فِیْہَا مَا ذَاذَابَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ الخ کی تفسیر میں آئے گا ان شاء اللہ۔ اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ کوئی کسی کے لئے جنت دوزخ کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ سب مشیت رب پر موقوف ہے۔

ہم مزاج ہی دوست ہوتے ہیں: ☆ ☆ (آیت: ۱۲۹) لوگوں کی دوستیاں اعمال پر ہوتی ہیں۔ مومن کا دل مومن سے ہی لگتا ہے گو وہ کہیں کا ہو اور کیرا نہی ہو اور کافر کا کفر بھی ایک ہی ہے وہ مختلف ممالک اور مختلف ذات پات کے ہوں۔ ایمان اتناؤں اور ظاہر داریوں کا نام نہیں۔ اس مطلب کے علاوہ اس آیت کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اسی طرح یکے بعد دیگرے تمام کفار جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ مالک بن دینار کہتے ہیں میں نے زبور میں پڑھا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں منافقوں سے انتقام منافقوں کے ساتھ ہی لوں گا۔ پھر سب سے ہی انتقام لوں گا۔ اس کی تصدیق قرآن کی مندرجہ بالا آیت سے بھی ہوتی ہے کہ ہم دلی بنائیں گے بعض ظالموں کو بعض ظالموں کا یعنی ظالم جن اور ظالم انس۔ پھر آپ نے آیت وَمَنْ يُعْشُرْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ ذِیْ السَّلٰوٰتِ کی اور فرمایا کہ ہم سرکش جنوں کو سرکش انسانوں پر مسلط کر دیں گے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے جو ظالم کی مدد کرے گا اللہ اسی کو اس پر مسلط کر دے گا۔ کسی شاعر کا قول ہے

وما من یدللا ید اللہ فوقہا وما ظالم الا سیبلی بظالم

یعنی ہر ہاتھ ہر طاقت پر اللہ کا ہاتھ اور اللہ کی طاقت بالا ہے اور ہر ظالم دوسرے ظالم کے نیچے میں چھنے والا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم نے جس طرح ان نقصان یافتہ انسانوں کے دوست ان بہکانے والے جنوں کو بنا دیا اسی طرح ظالموں کے بعض کو بعض کا ولی بنا دینے ہیں اور بعض بعض سے ہلاک ہوتے ہیں اور ہم ان کے ظلم و سرکشی اور بغاوت کا بدلہ بعض سے بعض کو لا دیتے ہیں۔

يٰۤمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقْضُوْنَ عَلَيْكُمْ
اٰتِیَ وَيَنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمَکُمْ هٰذَا قَالُوْا شَہْدْنَا عَلٰی
اَنْفُسِنَا وَغَرَّبَتْهُمْ الْحَیٰوَةُ الدُّنْیَا وَشَہَدُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ اَنْهُمْ کَاٰنُوْا
کٰفِرِیْنَ

اے جنوں اور انسانوں کے گروہ کیا تمہارے پاس خود تم میں سے ہی رسول نہیں آئے تھے جو تمہارے سامنے میری آیتیں تلاوت کرتے تھے اور تمہیں اس دن کی

ملاقات سے ہوشیار کر رہے تھے۔ سب کہیں گے کہ ہاں ہم خود اپنے اوپر گواہ ہیں۔ انہیں حیاتِ دنیا نے دھوکے میں ڈال دیا اور اپنے کافر ہونے کی گواہی خود انہوں نے ہی دے دی۔

جن اور انسان اور پاداشِ عمل: ﴿آیت: ۱۳۰﴾ کیا اور سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ ہے جو قیامت کے دن اللہ کی طرف سے انسانوں اور جنوں کو ہوگی۔ ان سے سوال ہوگا کہ کیا تم میں سے ہی تمہارے پاس میرے پیچھے ہوئے رسول نہیں آئے تھے۔ یہ یاد رہے کہ رسول کل کے کل انسان ہی تھے۔ کوئی جن رسول نہیں ہوا۔ ائمہ سلف خلف کا مذہب یہی ہے۔ جنات میں نیک لوگ جنوں کو نیکی کی تعلیم کرتے تھے۔ بدی سے روکتے تھے لیکن رسول انسانوں میں سے ہی آتے رہے۔ ضحاک بن مزاحم سے ایک روایت مروی ہے کہ جنات میں بھی رسول ہوتے ہیں اور ان کی دلیل ایک تو یہ آیت ہے۔ سو یہ کوئی دلیل نہیں اس لئے کہ اس میں صراحت نہیں اور یہ آیت تو بالکل دیکھی ہی جیسے مَرْجَ الْبَحْرَيْنِ اِلٰی سَعْيُرْجٍ مِنْهُمَا اللَّوْلُوْا وَالْمَرْجَانُ اِلٰی تَنَکِیْکِ آیتیں۔ صاف ظاہر ہے کہ موتی مرجان صرف کھاری پانی کے سمندروں میں نکلتے ہیں۔ میٹھے پانی سے نہیں نکلتے لیکن ان آیتوں میں دونوں قسم کے سمندروں میں سے موتیوں کا نکلتا پایا جاتا ہے کہ ان کی جنس میں سے مراد یہی ہے۔

اس طرح اس آیت میں مراد جنوں انسانوں کی جنس میں سے ہے نہ کہ ان دونوں میں سے ہر ایک میں سے اور رسولوں کے صرف انسان ہی ہونے کی دلیل اِنَّا اَوْحٰیْنَا اِلَیْکَ سَعْدُ الرَّسُلِ تَنَکِیْکِ کی آیتیں اور وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِہِ النَّبِیَّۃَ وَالْکِتٰبِ پس ثابت ہوتا ہے کہ ظلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد نبوت کا انحصار آپ ہی کی اولاد میں ہو رہا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس انوکھی بات کا قائل ایک بھی نہیں کہ آپ سے پہلے نبی ہوتے تھے اور پھر ان میں سے نبوت چھین لی گئی۔

اور آیت اس سے بھی صاف ہے۔ فرمان ہے وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا اِنَّہُمْ لَیَاکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْسُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں آتے جاتے تھے۔ اور آیت میں ہے اور اس نے یہ مسئلہ بالکل صاف کر دیا ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْ اِلَیْہِمْ مِنْ اَہْلِ الْقُرْیِ یعنی تجھ سے پہلے ہم نے مردوں کو ہی بھیجا ہے جو شہروں کے ہی تھے جن کی طرف ہم نے اپنی وحی نازل فرمائی تھی۔ چنانچہ جنات کا یہی قول قرآن میں موجود ہے وَادْخُرْنَا اِلَیْکَ نَفَرًا مِنَ الْجَنِّ اِلٰی جَبْہِہِمْ نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف پھیرا جو قرآن سن رہے۔ جب سن چکے تو واپس اپنی قوم کے پاس گئے اور انہیں آگاہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہم نے موسیٰ کے بعد کی نازل شدہ کتاب سنی جو اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور راہِ حق دکھاتی ہے اور صراطِ مستقیم کی رہبری کرتی ہے۔ پس تم سب اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی مانو اور اس پر ایمان لاؤ تاکہ اللہ تمہارے گناہوں کو بخشے اور تمہیں المناک عذابوں سے بچائے۔ اللہ کی طرف سے جو پکارنے والا ہے اس کی نہ ماننے والے اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے نہ اس کے سوا اپنا کوئی اور کارساز اور ہلی پاسکتے ہیں بلکہ ایسے لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

ترمذی وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ اس موقع پر جنات کو رسول اللہ ﷺ نے سورۃ الرحمن پڑھ کر سنائی تھی جس میں ایک آیت سَنَفْرُغْ لَکُمْ اَیَّہِ الْفَقْلِیْنَ اِلٰی ہے یعنی اے جو انسانو! ہم صرف تمہاری ہی طرف تمام توجہ کرنے کے لئے غفریب فارغ ہوں گے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو بھٹا رہے ہو؟ الغرض انسانوں اور جنوں کو اس آیت میں نبیوں کے ان میں سے بھیجے میں بطور خطاب کے شامل کر لیا ہے ورنہ رسول سب انسان ہی ہوتے ہیں۔ نبیوں کا کام یہی رہا کہ وہ اللہ کی آیتیں سنائیں اور قیامت کے دن سے ڈرائیں۔ اس سوال کے جواب میں سب کہیں گے کہ ہاں ہمیں اقرار ہے تیرے رسول ہمارے پاس آئے اور تیرا کلام بھی پہنچایا اور اس دن سے بھی متنبہ کر دیا

تھا۔ پھر جناب باری فرماتا ہے، انہوں نے دنیا کی زندگی دھوکے میں گزار لی۔ رسولوں کو جھٹلاتے رہے۔ معجزوں کی مخالفت کرتے رہے۔ دنیا کی آرائش پر جان دیتے رہے۔ شہوت پرستی میں پڑے رہے۔ قیامت کے دن اپنی زبانوں سے اپنے کفر کا اقرار کریں گے کہ ہاں بے شک ہم نے نبیوں کی نہیں مانی۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہم

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكِ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا
غٰفِلُوْنَ ۝ وَلِكُلِّ دَرَجٰتٍ مِّمَّا عَمِلُوْا وَّمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ
عَمَّا يٰعَمَلُوْنَ ۝

یہ اس لئے کہ تیرا رب ظلم کے ساتھ کسی نبی کو اس حال میں کہ وہ غافل ہوں ہلاک کرنے والا نہیں ۝ ہر شخص کے لئے اس کے اعمال کے بدلے کے درجے ہیں۔ تیرا رب ان کے اعمال سے غافل نہیں ۝

حجت تمام ☆ ☆ (آیت: ۱۳۱-۱۳۲) جن اور انسانوں کی طرف رسول بھیج کر کتابیں اتار کر ان کے عذر ختم کر دیئے اس لئے کہ یہ اللہ کا اصول نہیں کہ وہ کسی ہستی کے لوگوں کو اپنی مشا معلوم کرائے بغیر چپ چاپ اپنے عذابوں میں جکڑ لے اور اپنا پیغام پہنچاے بغیر بلا وجہ ظلم کے ساتھ ہلاک کر دے۔ فرماتا ہے وَ اِنْ مِنْ اُمَّةٍ اِلَّا اَخْلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ یعنی کوئی امت ایسی نہیں جہاں کوئی آگاہ کرنے والا نہ آیا ہو۔ اور آیت میں ہے ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اے لوگو! اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت سے بچو اور جگہ ہے ہم رسولوں کو بھیجنے سے پہلے عذاب نہیں کیا کرتے۔ سورۃ تبارک میں ہے جب جہنم میں کوئی جماعت جاگنی تو وہاں کے داروغے ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس آگاہ کرنے والے نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے آئے تھے۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔ اس آیت کے پہلے جملے کے ایک معنی امام ابن جریر نے اور بھی بیان کئے ہیں اور فی الواقع وہ معنی بہت درست ہیں۔ امام صاحب نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے یعنی یہ کہ کسی ہستی والوں کے ظلم اور گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک نبیوں کو بھیج کر انہیں غفلت سے بیدار نہ کر دے۔ ہر عامل اپنے عمل کے بدلے کا مستحق ہے۔ نیک نیکی کا اور بد بدی کا۔ خواہ انسان ہو خواہ جن ہو۔ بدکاروں کے جہنم میں درجے ان کی بدکاری کے مطابق مقرر ہیں۔ جو لوگ خود بھی کفر کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی راہ الہیہ سے روکتے ہیں انہیں عذاب پر عذاب ہوں گے اور ان کے فساد کا بدلہ ملے گا۔ ہر عامل کا عمل اللہ پر روشن ہے تاکہ قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے کا بدلہ مل جائے۔

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ اِنْ يَشَا يُدْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ
مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاۤءُ كَمَا اَنْشَاَكُمْ مِنْ ذُرِّيَةِ قَوْمٍ
اٰخَرِيْنَ ۝ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاۤتٍ وَّمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝
قُلْ يَقُوْمِ اَعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْۤ اَعْمَلُ فَسُوْفَ
تَعْلَمُوْنَ ۚ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُوْنَ ۝

تیرا رب بے نیاز اور رحمت والا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور تمہارے بعد جسے چاہے تمہارا جانشین بنادے جیسے کہ اس نے تمہیں دوسری قوموں کی نسل

سے پیدا کیا ہے ○ جو کچھ وعدے تمہیں دیے جارہے ہیں وہ قلعہ آنے والے ہیں۔ تم اللہ کو کسی بات پر عاجز نہیں کر سکتے ○ کہدے کہ اے لوگو تم سب اپنی عبادت میں جاؤ۔ میں بھی عمل کرنے والا ہوں۔ تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ دارِ آخرت میں نیک انجام کس کا ہوتا ہے؟ اس تو کچھ شک نہیں کہ بے انصاف کی طرح فلاج پانے والے نہیں ○

سب سے بے نیاز اللہ: ☆ ☆ (آیت: ۱۳۳-۱۳۵) اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے بے نیاز ہے، اسے کسی کی کوئی حاجت نہیں۔ اسے کسی سے کوئی فائدہ نہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ ساری مخلوق اپنے ہر حال میں اس کی محتاج ہے۔ وہ بڑی ہی رافت و رحمت والا ہے۔ رحم و کرم اس کی خاص صفیتیں ہیں۔ جیسے فرمان ہے إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَكَرِيمٌ وَفَرَجْنَاهُمْ مِنْ ذُلِّ آلِهِمْ بِإِذْنِنَا إِنَّ اللَّهَ شَكُورٌ عَلِيمٌ۔ تم جو اس کی مخالفت کر رہے ہو تو یاد رکھو کہ اگر وہ چاہے تو تمہیں ایک آن میں غارت کر سکتا ہے اور تمہارے بعد ایسے لوگوں کو بسا سکتا ہے جو اس کی اطاعت کریں۔ یہ اس کی قدرت میں ہے۔ تم دیکھ لو اس نے آخر اوروں کے قائم مقام تمہیں بھی کیا ہے۔ ایک قرن کے بعد دوسرا قرن وہی لاتا ہے۔ ایک کو مار ڈالتا ہے دوسرے کو پیدا کر دیتا ہے۔ لانے لے جانے پر اسے مکمل قدرت ہے جیسے فرمان ہے اگر وہ چاہے تو اے لوگو! تم سب کو فنا کر دے اور دوسروں کو لے آئے۔ وہ اس پر قادر ہے۔ فرمان ہے يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ اِلَى اللَّهِ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تعریفیوں والا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق لے آئے۔ اللہ کے لئے کوئی افواہی بات نہیں۔

اور فرمان ہے وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ اللہ غنی ہے اور تم سب فقیر ہو۔ فرماتا ہے اگر تم نا فرمان ہو گئے تو وہ تمہیں بدل کر اور قوم لانے کا جو تم جیسے نہ ہوں گے۔ ذریعے سے مراد اصل و نسل ہے۔ اے نبی آپ ان سے کہہ دیجئے کہ قیامت جنت دوزخ وغیرہ کے جو وعدے تم سے کئے جارہے ہیں وہ یقیناً سچے ہیں اور یہ سب کچھ ہونے والا ہے۔ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ وہ تمہارے اعادے پر قادر ہے۔ تم گل سڑ کر مٹی ہو جاؤ گے۔ پھر وہ تمہیں نئی پیدائش میں پیدا کرے گا۔ اس پر کوئی عمل مشکل نہیں۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں: اے بنی آدم اگر تم میں عقل ہے تو اپنے تئیں مردوں میں شمار کرو۔ واللہ اللہ کی فرمائی ہوئی سب باتیں یہ یقین ہونے والی ہیں، کوئی نہیں جو اللہ کے ارادے میں اسے ناکام کر دے۔ اس کی چاہت کو نہ ہونے دے۔ لوگو تم اپنی کرنی کئے جاؤ، میں اپنے طریقے پر قائم ہوں ابھی ابھی معلوم ہو جائے گا کہ ہدایت پر کون تھا؟ اور ضلالت پر کون تھا؟ کون نیک انجام ہوتا ہے اور کون گنہگار میں سر ڈال کر رہتا ہے۔ جیسے فرمایا: بے ایمانوں سے کہہ دو کہ تم اپنے شغل میں رہو۔ میں بھی اپنے کام میں لگا ہوں۔ تم منتظر ہو، ہم بھی انتظار میں ہیں۔ معلوم ہو جائے گا کہ انجام کے لحاظ سے کون اچھا رہا؟ یاد رکھو اللہ نے جو وعدے اپنے رسول سے کئے ہیں سب اٹل ہیں۔ چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ نبی جس کا چپہ چپہ مخالف تھا جس کا نام لینا دیکھ رہا تھا جو یکہ دہ تھا جو وطن سے نکال دیا گیا تھا جس کی دشمنی ایک ایک کرتا تھا اللہ نے اسے غلبہ دیا، لاکھوں دلوں پر اس کی حکومت ہو گئی اس کی زندگی میں ہی تمام جزیرہ عرب کا وہ تمام ملک بن گیا۔ یمن اور بحرین پر بھی اس کے سامنے اس کا جہنڈا اٹھانے لگا۔ پھر اس کے جانشینوں نے دنیا کو کھکھال ڈالا بڑی بڑی سلطنتوں کے منہ پھیر دیئے جہاں گئے غلبہ پایا۔ جدھر رخ کیا فتح حاصل کی یہی اللہ کا وعدہ تھا کہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ مجھ سے زیادہ قوت و عزت کسی کی نہیں۔ فرما دیا تھا کہ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی مدد فرمائیں گے۔

دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ رسولوں کی طرف اس نے وحی بھیجی تھی کہ ہم ظالموں کو تہہ و بالا کر دیں گے اور ان کے بعد زمینوں کے سرتاج تمہیں بنا دیں گے کیونکہ تم مجھ سے اور میرے عذابوں سے ڈرنے والے ہو۔ وہ پہلے ہی فرما چکا تھا کہ تم میں سے

ایمانداروں اور نیک کاروں کو میں زمین کا سلطان بنا دوں گا جیسے کہ پہلے سے یہ دستور چلا آ رہا ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کے دین میں مغبوطی اور کشمکش دے گا۔ جس کے دین سے وہ خوش ہے اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا کہ وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے اس امت سے اپنا یہ وعدہ پورا فرمایا۔ فَلَلهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ اُولَا وَاخِرًا وَظَاهِرًا وَبَاطِنًا۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَّآ مِنْ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا
لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِلشُّرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ
اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلَى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا
يَحْكُمُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ
اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنََهُمْ
وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اور چوپائے پیدا کئے ہیں اس میں سے کچھ حصہ تو وہ اللہ کا مقرر کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو اللہ کا ہے اپنے گمان سے اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے۔ پھر جو ان کے شریکوں کا ہوتا ہے تو وہ اللہ کو نہیں پہنچتا اور جو حصہ اللہ کا ہوتا ہے وہ ان کے بنائے ہوئے شریکوں کو پہنچ سکتا ہے۔ یعنی نہ نیسے کرتے ہیں ○ اسی طرح ان کو شریکوں کے لئے ان کے معبودوں نے اپنی اولادوں کو مار ڈالنا بھی بھلا کر دکھایا ہے تاکہ انہیں برا دکریں اور ان کے دین کو ان پر غلط ملط کر دیں اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس تو انہیں اور ان کی افتراء پر دانا یوں کچھ چھوڑ دے ○

بدعت کا آغاز ☆ ☆ (آیت ۱۳۶) مشرکین کی ایک نو ایجاد (بدعت) جو کفر و شرک کا ایک طریقہ تھی بیان ہو رہی ہے کہ ہر چیز پیدا کی ہوئی تو ہماری ہے پھر یہ اس میں سے نذرانہ کا کچھ حصہ ہمارے نام کا ٹھہراتے ہیں اور کچھ اپنے گھڑے ہوئے معبودوں کا جنہیں وہ ہمارا شریک بنائے ہوئے ہیں اسی کے ساتھ ہی یہ بھی کرتے ہیں کہ اللہ کے نام کا ٹھہرایا ہوا نذرانہ بتوں کے نام والے میں مل گیا تو وہ بتوں کا ہو گیا لیکن اگر بتوں کے لئے ٹھہرائے ہوئے میں سے کچھ اللہ کے نام والے میں مل گیا تو اسے جہنت سے نکال لیتے تھے۔ کوئی ذبیحہ اپنے معبودوں کے نام کا کریں تو بھول کر بھی اس پر اللہ کا نام نہیں لیتے۔ یہ کیسی بری تقسیم کرتے ہیں۔ اولاً تو یہ تقسیم ہی جہالت کی علامت ہے کہ سب چیزیں اللہ کی پیدا کی ہوئی اس کی ملکیت پھر ان میں سے دوسرے کے نام کی کسی چیز کو نذر کرنے والے یہ کہیں؟ جو اللہ لا شریک ہے۔ انہیں اس کے شریک ٹھہرانے کا کیا مقصد؟ پھر اس ظلم کو دیکھو۔ اللہ کے حصے میں سے تو بتوں کو پہنچ جائے اور بتوں کا حصہ ہرگز اللہ کو نہ پہنچ سکے۔ یہ کیسے بدترین اصول ہیں۔ ایسی غلطی یہ بھی تھی کہ اللہ کے لئے لڑکیاں اور اپنے لئے لڑکے اس کے بندوں کو اس کا جز ٹھہرا کر اپنے اوپر کفر اوڑھتے تھے۔ اتنا نہیں سوچتے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ لڑکے تو تمہارے ہوں اور جن لڑکیوں سے تم بیزار ہو اللہ کی ہوں، کیسی بری تقسیم ہے۔ شیطان کے چیلے ☆ ☆ (آیت ۱۳۷) جیسی کہ شیطانوں نے انہیں راہ پر لگا دیا ہے کہ وہ اللہ کے لئے خیرات کریں تو اپنے بزرگوں کے نام کا بھی حصہ نکالیں۔ اسی طرح انہیں شیطان نے اس راہ پر بھی لگا رکھا ہے کہ وہ اپنی اولادوں کو بے وجہ قتل کر دیں۔ کوئی اس وجہ سے کہ ہم اسی کھلائیں گے کہاں سے؟ کوئی اس وجہ سے کہ ان بیٹیوں کی بنا پر ہم کسی کے خسر نہیں گئے وغیرہ۔ اس شیطانی حرکت کا نتیجہ ہلاکت اور دین کی

الجھن ہے۔ یہاں تک کہ یہ بدترین طریقہ ان میں پھیل گیا تھا کہ لڑکی کے ہونے کی خبر ان کے چہرے سیاہ کر دیتی تھی ان کے ہاتھ سے یہ نکلتا نہ تھا کہ میرے ہاں لڑکی ہوئی۔ قرآن نے فرمایا کہ ان بے گناہ زندہ درگور کی ہوئی بیچوں سے قیامت کے دن سوال ہوگا کہ وہ کس عہد پر قتل کر دی گئیں۔ پس یہ سب وسوسے شیطانی تھے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ رب کا ارادہ اور اختیار اس سے الگ نہ تھا۔ اگر وہ چاہتا تو مشرک اپنے ہاتھ سے لے سکتے۔ لیکن اس میں بھی اس کی حکمت ہے۔ اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اور اس کی باز پرس سے کوئی فائدہ نہیں سکتا۔ پس اے نبی تم ان سے اور ان کی افترا پر دمازی سے علیحدگی اختیار کر لو۔ اللہ خود ان سے نمٹ لے گا۔

وَقَالُوا هَذِهِ اَنْعَامٌ وَّحَرِّثُ حَجْرًا لَا يَطْعَمُهَا اِلَّا مَنْ نَشَاءُ
بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حَرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَاَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ
اَسْمَاءَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءٌ عَلَيْهِ سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۵۵﴾
وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰى
اَزْوَاجِنَا وَاِنْ يَكُنْ مَقِيَّتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيهِمْ
وَصَفَّهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۶﴾

کہتے ہیں کہ یہ چوپائے اور یہ بھتی اچھوتی ہے جسے صرف وہی کھا سکتے ہیں جنہیں ہم چاہیں۔ یہ سب ان کی انکلی سے ہے اور کچھ مویشی ایسے بھی ہیں جن کی سواری لینا حرام کر دیا گیا ہے اور کچھ چوپائے ایسے بھی ہیں جن پر نام اللہ یہ لوگ نہیں لیتے۔ صرف اللہ پر افترا پر دمازی کر کے ان کی افترا پر دمازیوں کی سزا اللہ تعالیٰ مغرب دے گا ۵۵ کہا کرتے تھے کہ ان چوپایوں کے پیٹ میں جو ہے وہ صرف ہمارے مردوں کے لئے ہی ہے اور ہماری عورتوں پر وہ حرام ہے ہاں اگر وہ مر اہوا لکھے تو اس میں وہ سب شریک ہیں ان کی اس غلط بیانی کی سزا انہیں ہوگی اللہ تعالیٰ حکمت و علم والا ہے ۵۶

اللہ کا مقرر کردہ راستہ: ☆ ☆ (آیت: ۱۳۸) حَجْر کے معنی احرام کے ہیں۔ یہ طریقے شیطانی تھے۔ کوئی اللہ کا مقرر کردہ راستہ نہ تھا۔ اپنے معبودوں کے نام یہ چیزیں کر دیتے تھے۔ پھر جسے چاہتے کھاتے۔ جیسے فرمان ہے قُلْ اَرَاۤءَ يُنۡسَمٰۤءُ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَکُمۡ اَلۡحٰلَ یعنی ہلاؤ تو یہ اللہ کے دیئے رزق میں سے تم جو اپنے طور پر حلال حرام مقرر کر لینے ہو اس کا حکم تمہیں اللہ نے دیا ہے یا تم نے خود ہی خود پر تراش لیا ہے؟ دوسری آیت میں صاف فرمایا مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَیۡحِرَۃٍ یَّہۡکُفُرُوۡنَ کِیۡ نَادٰۤی اَفۡتَرَاۤءُ اور جھوٹ ہے۔ بحیرہ سائبہ اور حام نام رکھ کر ان جانوروں کو اپنے معبود باطل کے نام پر داغ دیتے تھے۔ پھر ان سے سواری نہیں لیتے تھے۔ جب ان کے بچے ہوتے تھے تو انہیں ذبح کرتے تھے حج کے لئے بھی ان جانوروں پر سواری کرنا حرام جانتے تھے۔ یہ کسی کام میں ان کو لگاتے تھے نہ ان کا دودھ نکالتے تھے۔ پھر ان کاموں کو شرعی کام قرار دیتے تھے اور اللہ کا فرمان جانتے تھے۔ اللہ انہیں ان کے اس کروت کا اور بہتان بازی کا بدلہ دے گا۔

نذر نیاز: ☆ ☆ (آیت: ۱۳۹) ابن عباسؓ فرماتے ہیں جاہلیت میں یہ بھی رواج تھا کہ جن چوپایوں کو وہ اپنے معبود ان باطل کے نام کر دیتے تھے ان کا دودھ صرف مرد پیتے تھے جب انہیں بچہ ہوتا تو اگر مرد ہوتا تو صرف مرد ہی کھاتے۔ اگر مرد ہوتا تو اسے ذبح ہی نہ کرتے اور اگر بیٹہ ہی سے مردہ نکلتا تو مرد و عورت سب کھاتے اللہ نے اس فعل سے بھی روکا۔ شععی کا قول ہے کہ بحیرہ کا دودھ صرف مرد پیتے اور اگر مرد مر

جاتا تو گوشت مرد و عورت سب کھاتے۔ ان کی ان جھوٹی باتوں کا بدلہ اللہ انہیں دے گا کیونکہ یہ سب ان کا جھوٹ اللہ پر باندھا ہوا تھا، فلاح و نجات اسی لئے ان سے دور کر دی گئی تھی۔ اپنی اپنی مرضی سے کسی کو حلال، کسی کو حرام کر لیتے تھے۔ پھر اسے رب کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔ اللہ جیسے حکیم کا کوئی فعل، کوئی قول، کوئی شرع، کوئی تقدیر بے حکمت نہیں ہوتی۔ وہ اپنے بندوں کے خیر و شر سے دانائے ہر شے اور انہیں بدلے دینے والا ہے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا
مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا
مُهْتَدِينَ ۝ وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوشَاتٍ وَغَيْرِ
مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أَكْلُهُ وَالزَّيْتُونَ
وَالرُّمَانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا
أَثْمَرَ وَاتُّوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۖ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ
الْمُسْرِفِينَ ۝

بیک دو لوگ بڑے ہی کھائے میں ہیں جو جہالت سے اپنی اولادوں کو مار ڈالتے ہیں اور اللہ کی دی ہوئی روزی کو اللہ پر جھوٹ افتر باندھ کر حرام کر لیتے ہیں یقینیہ لوگ بہک گئے اور سیدھے راستے پر آنے والے بھی نہیں ○ اسی نے باغات پیدا کئے ہیں وہ بھی جو ٹہیں پر چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جو ٹہیں پر چڑھائے نہیں جاتے اور سمجھ کر درخت اور کھیتی جدا جدا اللہ کی چیزیں اور زیتون اور انار یکساں بھی اور جدا گانہ بھی ان کے میوے دار ہونے کے بعد تم ان کا میوہ کھاؤ اور اس کی زکوٰۃ اس کے کاٹنے کے دن ہی ادا کیا کرو اور بے جا نازاؤ۔ فضول خرچ لوگوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا ○

اولاد کے قاتل: ☆ ☆ (آیت: ۱۴۰) اولاد کے قاتل اللہ کے حلال کو حرام کرنے والے دونوں جہان کی بربادی اپنے اوپر لینے والے ہیں۔ دنیا کا گھانا تو ظاہر ہے۔ ان کے یہ دونوں کام خود نقصان پہنچانے والے ہیں بے اولاد یہ ہو جائیں گے۔ مال کا ایک حصہ ان کا تاجہ ہو جائے گا۔ رہا آخرت کا نقصان سو چونکہ یہ مفتی ہیں، کذاب ہیں، وہاں کی بدترین جگہ انہیں ملے گی، عذابوں کے سزاوار ہوں گے جیسے فرمان ہے اللہ پر جھوٹ باندھنے والے نجات سے محروم، کامیابی سے دور ہیں۔ یہ دنیا میں گو کچھ فائدہ اٹھالیں لیکن آخرت ہمارے بس میں آئیں گے۔ پھر تو ہم انہیں سخت تر عذاب چکھائیں گے کیونکہ یہ کافر تھے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اگر تو اسلام سے پہلے کے عربوں کی بد خصلتی معلوم کرنا چاہے تو سورۃ النعام کی ایک سو تیس آیات کے بعد قد خسرو الذین الخ، والی آیت پر صحو^① (بخاری کتاب مناقب قریش)

مسائل زکوٰۃ اور عشر مظاہر قد رت: ☆ ☆ (آیت: ۱۴۱) خالق کل اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ کھیتیاں پھل چوپائے سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ کافر کو کوئی حق نہیں کہ حرام حلال کی تقسیم از خود کریں۔ درخت بعض تو تیل والے ہیں جیسے انگور وغیرہ کہ وہ محفوظ ہوتے ہیں۔ بعض کھڑے جو جنگلوں اور پہاڑوں پر کھڑے ہوئے ہیں۔ دیکھنے میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے مگر پھلوں کے ذائقے کے لحاظ سے الگ الگ۔

انگور بھجور یہ درخت تھیں دیتے ہیں کہ تم کھاؤ، مڑو اٹھاؤ، لطف پاؤ۔ اس کا حق اس کے کٹنے اور ناپ تول ہونے کے دن ہی دینیٰ فرض زکوٰۃ جو اس میں مقرر ہو وہ ادا کرو۔ پہلے لوگ کچھ نہیں دیتے تھے۔ شریعت نے دسواں حصہ مقرر کیا اور ایسے بھی مسکینوں اور بھوکوں کا خیال رکھنا۔ چنانچہ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمان صادر فرمایا تھا کہ جس کی بھجوریں دس وقت سے زیادہ ہوں وہ چند خوشے مسجد میں لا کر لٹکا دے تاکہ مساکین کھالیں۔ یہی مراد ہے کہ زکوٰۃ کے سوا اور کچھ سلوک بھی اپنی کھیتوں باڑیوں اور باغات کے پھلوں سے اللہ کے بندوں کے ساتھ کرتے رہو۔

مثلاً پھل توڑنے اور کھیت کاٹنے کے وقت عموماً مفلس لوگ پہنچ جایا کرتے ہیں انہیں کچھ دے دیا کرو۔ بالیس پک گئی ہیں پھل گدرا گئے ہوں اور کوئی محتاج شخص نکل آئے تو خاطر تواضع کرو۔ جس روز کاٹو، کچھ چھوڑ دو تاکہ مسکینوں کے کام آئے۔ ان کے جانوروں کا چارہ ہو۔ زکوٰۃ سے پہلے بھی حقداروں کو کچھ نہ کچھ دیتے رہا کرو۔ پہلے تو یہ بطور وجوب تھا لیکن زکوٰۃ کی فرضیت کے بعد بطور نفل رہ گیا زکوٰۃ اس میں عشر یا نصف عشر مقرر کر دی گئی لیکن اس سے فتح نہ سمجھا جائے۔ پہلے کچھ دینا ہوتا تھا پھر مقدار مقرر کر دی گئی۔ زکوٰۃ کی مقدار سنہ ۴ ہجری میں مقرر ہوئی۔ واللہ اعلم۔ کھیتی کاٹنے وقت اور پھل اتارتے وقت صدقہ نہ دینے والوں کی اللہ تعالیٰ نے مذمت بیان فرمائی۔ سورہ کہف میں ان کا قصہ بیان فرمایا کہ ان باغ والوں نے تمہیں کھا کر کہا کہ صبح جوتے ہی آج کے پھل ہم اتار لیں گے اس پر انہوں نے ان شاء اللہ بھی نہ کہا۔ یہ ابھی رات کو بے خبری کی نیند میں ہی تھے وہاں آفت ناگہانی آ گئی اور سارا باغ ایسا ہوا گیا گویا پھل توڑ لیا گیا ہے بلکہ جلا کر خاکستر کر دیا گیا ہے۔ یہ صبح کو اٹھ کر ایک دوسرے کو جگا کر پوشیدہ طور سے چپ چاپ چلے کہ ایسا نہ ہو حسب عادت فقیر مسکین جمع ہو جائیں اور انہیں کچھ دینا پڑے۔ یہ اپنے دلوں میں یہی سوچتے ہوئے کہ ابھی پھل توڑ کر لائیں گے۔ بڑے اہتمام کے ساتھ صبح سویرے ہی وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سارا باغ تو خاک بنا ہوا ہے۔ اولاً تو کہنے لگے بھئی ہم راستہ بھول گئے۔ کسی اور جگہ آ گئے۔ ہمارا باغ تو شام تک لہلہا رہا تھا۔

پھر کہنے لگے نہیں باغ تو یہی ہے ہماری قسمت پھوٹ گئی۔ ہم محروم ہو گئے۔ اس وقت ان میں جو باخبر شخص تھا کہنے لگا دیکھو میں تم سے نہ کہتا تھا کہ اللہ کا شکر کرو۔ اس کی پاکیزگی بیان کرو۔ اب تو سب کے سب کہنے لگے ہمارا رب پاک ہے یقیناً ہم نے ظلم کیا پھر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ ہائے ہماری بدبختی کہ ہم سرکش اور حد سے گزر جانے والے بن گئے تھے۔ ہمیں اب بھی اللہ عز وجل سے امید ہے کہ وہ ہمیں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔ ہم اب صرف اپنے رب سے امید رکھتے ہیں۔ ناشکری کرنے اور تنہا خوری پسند کرنے والوں پر اسی طرح ہمارے عذاب آیا کرتے ہیں۔ اور بھی آخرت کے بڑے عذاب باقی ہیں لیکن انفس کہ یہ سمجھ بوجھ اور علم و عقل سے کام ہی نہیں لیتے۔ یہاں اس آیت میں صدقہ دینے کا حکم فرما کر خاتے پر فرمایا کہ فضول خرچی سے بچو۔ فضول خرچ اللہ کا دوست نہیں۔ اپنی اوقات سے زیادہ نہ لٹا۔ نفرد یا کے طور پر اپنا مال برباد نہ کرو۔ حضرت ثابت بن قیس بن شمسؓ نے اپنے بھجوروں کے باغ سے بھجوریں اتاریں اور عہد کر لیا کہ آج جو لینے آئے گا میں اسے دوں گا۔ لوگ ٹوٹ پڑے۔ شام کو ان کے پاس ایک بھجور بھی نہ رہی۔ اس پر یہ فرمان اترا۔ ہر چیز میں اسراف منع ہے۔ اللہ کے حکم سے تجاوز کر جانے کا نام اسراف ہے خواہ وہ کسی بارے میں ہو۔ اپنا سارا ہی مال لٹا کر فقیر ہو کر دوسروں پر اپنا انبار ڈال دینا بھی اسراف ہے اور منع ہے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ صدقہ نہ روکو جس سے اللہ کے نافرمان بن جاؤ۔ یہ بھی اسراف ہے۔ گو یہ مطلب اس آیت کے ہیں لیکن یہ ظاہر الفاظ ہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کھانے کا ذکر ہے تو اسراف اپنے کھانے پینے میں کرنے کی ممانعت یہاں ہے کیونکہ اس سے عقل میں اور بدن میں ضرر پہنچتا ہے۔ قرآن کی اور آیت میں ہے کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا کھاؤ پیا اور اسراف نہ کرو۔

صحیح بخاری میں ہے 'کھاؤ پیو پہنواؤ ڈھونگیں اسراف اور تکبر سے بچو۔ واللہ اعلم۔

وَمِنَ الْإِنْعَامِ حَمُولَةٌ وَفَرَسَاتٌ كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ
وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوتَ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿۱۵۱﴾

اسی نے چوپائے پیدا کئے بعض تو بوجھ لاندے والے اور بعض چھوٹے قد کے اللہ کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ○

(آیت ۱۴۱) اسی اللہ نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے ہیں۔ ان میں سے بعض تو بوجھ ڈھونڈنے والے ہیں جیسے اونٹ، گھوڑے، خچر، گدھے وغیرہ اور بعض پسہ قد ہیں جیسے بکری وغیرہ۔ انہیں فرش اس لئے کہا گیا کہ یہ قدر وقامت میں پست ہوتے ہیں۔ زمین سے ملے رہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حملہ سے مراد سواری کے جانور اور فرش سے مراد جن کا دودھ پیا جاتا ہے اور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ جو سواری کے قابل نہیں ان کے بالوں سے لحاف اور فرش تیار ہوتے ہیں۔ یہ قول حضرت سدیٰ کا ہے اور بہت ہی مناسب ہے۔ خود قرآن کی سورۃ یاسین میں موجود ہے کہ کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ ہم نے ان کے لئے چوپائے پیدا کر دیئے ہیں جو ہمارے ہی ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں اور اب یہ ان کے مالک بن بیٹھے ہیں۔ ہم نے ہی تو انہیں ان کے بس میں کر دیا ہے کہ بعض سواریاں کر رہے ہیں اور بعض کو یہ کھانے کے کام میں لاتے ہیں۔ اور آیت میں ہے وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْإِنْعَامِ لَعِبْرَةً لِّخَطْبِ يه یہ ہے کہ ہم تمہیں ان چوپایوں کا دودھ پلاتے ہیں اور ان کے بال وغیرہ سے تمہارے اوڑھنے بچھونے اور طرح طرح کے فائدے اٹھانے کی چیزیں بناتے ہیں۔ اور جگہ ہے اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے چوپائے جانور پیدا کئے تاکہ تم ان پر سواریاں کرو۔ انہیں کھاؤ۔ اور بھی فائدے اٹھاؤ۔ ان پر اپنے سفر طے کر کے اپنے کام پورے کرو۔ اسی نے تمہاری سواری کے لئے کشتیاں بنادیں۔ وہ تمہیں اپنی بے شمار نشانیاں دکھا رہا ہے۔ بتاؤ تو کس کس نشانی کا انکار کرو گے؟

پھر فرماتا ہے اللہ کی روزی کھاؤ۔ پھل، اناج، گوشت وغیرہ۔ شیطانی راہ پر نہ چلو اس کی تابعداری نہ کرو جیسے کہ مشرکوں نے اللہ کی چیزوں میں از خود حلال حرام کی تقسیم کر دی۔ تم بھی یہ کر کے شیطان کے ساتھی نہ بنو۔ وہ تمہارا دشمن ہے اسے دوست نہ سمجھو۔ وہ تو اپنے ساتھ تمہیں بھی اللہ کے عذابوں میں پھنسانا چاہتا ہے۔ دیکھو کہیں اس کے بہکانے میں نہ آ جانا۔ اسی نے تمہارے باپ آدم کو جنت سے باہر نکلوایا۔ اس کھلے دشمن کو بچو لے سے بھی اپنا دوست نہ سمجھو۔ اس کی ذریت سے اور اس کے یاروں سے بھی بچو۔ یاد رکھو ظالموں کو برابر بدلہ ملے گا۔ اس مضمون کی اور بھی آیتیں کلام اللہ شریف میں بہت سی ہیں۔

ثُمَّ نَبِئُكَ أَنَّ الثَّيْنِ مِنَ الثَّيْنِ وَمِنَ الثَّيْنِ الثَّيْنِ قُلْ
إِنَّ الدَّكْرَيْنِ حَرَّمَ أَمَّا الثَّيْنِ أَمَا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيْنِ
ثَبَّتُونِي بِعِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۵۲﴾ وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ
وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ إِنَّ الدَّكْرَيْنِ حَرَّمَ أَمَّا الْأُنْثَيْنِ أَمَا

اَشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاَنْثَىٰ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ وَضَعَكُمُ
اللّٰهُ بِهٰذَا فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا
لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الظّٰلِمِيْنَ ۝

آٹھ زوادیہ بھیر میں دو قسم اور دو قسم مکرری میں۔ پوچھو کہ کیا دونوں زحرام ہیں یا دونوں مادہ یا وہ بچہ جسے یہ دونوں مادی اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہیں؟ میرے سامنے اس کی کوئی سند بیان کرو اگر تم سچے ہو تو ۱۰ اور انہوں میں سے دو قسم اور گائے کی دو قسم زوادیہ۔ پوچھو کہ کیا ان دونوں کے نزول کو اللہ نے حرام کیا ہے یا مادی کو یا اس بچے کو جسے یہ دونوں مادی اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہیں؟ جس وقت اللہ نے اس کا حکم فرمایا کیا تم آپ اس وقت موجود تھے؟ اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا جو اللہ کے ذمہ بھوت افزا نادمہ کر باوجود بے علمی کے بھکا تا بھرے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت سے محروم رکھتا ہے ۱۰

خود ساختہ حلال و حرام جہالت کا ثمر ہے: ☆ (آیت ۱۴۳-۱۴۴) اسلام سے پہلے عربوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ انہوں نے چوپائے جانوروں میں تقسیم کر کے اپنے طور پر بہت سے حلال بنائے تھے اور بہت سے حرام کر لئے تھے جیسے بھیر، سانپ، وسیلہ اور حام وغیرہ۔ اسی طرح کھیت اور باغات میں بھی تقسیم کر رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ سب کا خالق اللہ ہے۔ کھیت ہوں باغات ہوں چوپائے ہوں۔ پھر ان چوپایوں کی قسمیں بیان فرمائیں۔ بھیر، میڈھا، بکری، بکرا، اونٹ، اونٹنی، گائے، بیل۔ اللہ نے یہ سب چیزیں تمہارے کھانے پینے، ساریاں لینے اور دوسری قسم کے فائدوں کے لئے پیدا کی ہیں۔ جیسے فرمان ہے وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ اَنْزَاجًا اَنْ تَحْبِرَ مِنْهُ حَبًا كَثِيرًا فَاَنْزَلَ لَكُمْ مِنْهُ نَاحِيَةً اَرْوَاجًا اَنْ تَحْبِرَ مِنْهُ حَبًا كَثِيرًا فَاَنْزَلَ لَكُمْ مِنْهُ نَاحِيَةً اَرْوَاجًا اَنْ تَحْبِرَ مِنْهُ حَبًا كَثِيرًا۔ پھر ان قسم کے مویشی پیدا کئے ہیں۔ بچوں کا ذکر اس لئے کیا کہ ان میں بھی وہ مردوں کے لئے مخصوص کر کے عورتوں پر حرام کر دیتے تھے۔ پھر ان سے ہی سوال ہوتا ہے کہ آخر اس حرمت کی کوئی دلیل کوئی کیفیت، کوئی وجہ تو پیش کرو۔ چار قسم کے جانور مادہ اور زملہ کر آٹھ قسم کے ہو گئے ان سب کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے۔ کیا تم اپنی دیکھی سی کہہ رہے ہو؟ اس فرمان الہی کے وقت تم موجود تھے؟ کیوں بھوت کہہ کر افتر پردازی کر کے بغیر علم کے باتیں بنا کر اللہ کی مخلوق کی گمراہی کا بوجھ اپنے اوپر لا دو کہ سب سے بڑھ کر ظالم بن رہے ہو؟ اگر یہی حال رہا تو دستور ربانی کے ماتحت ہدایت الہی سے محروم ہو جاؤ گے۔ سب سے پہلے یہ ناپاک رسم عربین لکھی بن قعدہ غیث نے نکالی تھی اسی نے انبیاء کے دین کو سب سے پہلے بدلا اور غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑے۔ جیسے صحیح حدیث میں آچکا ہے۔

قُلْ لَا اَجِدُ فِي مَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ
يَّتَعَمَّهُ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا اَوْ لَحْمَ
خِنْزِيرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اٰهْلًا لِّغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنْ
اضْطَرَّ غَيْرَ بَاعٍ وَلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

کہہ دے کہ میں تو جو وحی میری طرف اتاری گئی ہے اس میں کسی کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا مگر وہ جو مردہ ہو یا بھیا ہو یا خون یا سور کا گوشت کہ بچک وہ حرام و ناپاک ہے یا وہ گناہ کی چیز جو اللہ کے سوا اوروں کے نام پر ناحرر کی گئی ہو نہیں جو فحش ہے، پس اور عاجز ہو جائے نہ تو وہ نافرمان ہو نہ حد سے گزر جائے والا تو بیشک تیرا

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفْرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ
وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا
أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَلِكَ جَزَيْنَهُمْ بِبَغْيِهِمْ
وَإِنَّا لَصَدِيقُونَ ﴿۱۴۶﴾

یہودیوں پر خاصہ ہم نے ہر ناخن والے جانور کو حرام کر دیا تھا اور گائے بکری کی چربی کو بھی ہم نے حرام کر دیا تھا بجز اس کے جو ان کی پیٹھ پر لگی ہوئی ہو یا انتڑیوں پر یا
بڈی سے ملی جلی ہوئی ہو ہم نے انہیں ان کی سرکشی کی یہ سزا دی تھی بے شک ہم بالکل سچے ہیں ﴿۱۴۶﴾

مزید تفصیل متعلقہ حلال و حرام: ﴿۱۴۶﴾ ☆ ناخن دار جانور جو پاؤں اور پرندوں میں سے وہ ہیں جن کی انگلیاں کھلی ہوئی نہ
ہوں جیسے اونٹ، شتر مرغ، بٹخ وغیرہ۔ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ جو کھلی انگلیوں والا نہ ہو۔ ایک روایت میں ان سے مروی ہے کہ ہر ایک جدا
انگلیوں والا اور انہی میں سے مرغ ہے۔ قتادہ کا قول ہے جیسے "اونٹ، شتر مرغ اور بہت سے پرند چھلیاں بٹخ اور اس جیسے جانور جن کی انگلیاں
الگ الگ ہیں ان کا کھانا یہودیوں پر حرام تھا اسی طرح گائے بکری کی چربی بھی ان پر حرام تھی۔ یہود کا مقولہ تھا کہ اسرائیل نے اسے حرام کر
لیا تھا اس لئے ہم بھی اسے حرام کہتے ہیں۔ ہاں جو چربی پیٹھ کے ساتھ لگی ہوئی ہو انتڑیوں کے ساتھ اور جھڑی کے ساتھ ہو وہ
ان پر حلال تھی۔ یہ بھی ان کے ظلم، تکبر اور سرکشی کا بدلہ تھا اور ہماری نافرمانی کا انجام۔ جیسے فرمان ہے فَبَطَلْهُمْ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا یہودیوں
کے ظلم و تم اور راہ حق سے منہ پھیرنے کی وجہ سے ہم نے ان پر بعض پاکیزہ چیزیں بھی حرام کر دی تھیں اور اس جہاں میں ہم عادل ہی تھے اور جیسی
خبر ہم نے تجھے اے نبی دی ہے وہی سچ اور حق ہے۔ یہودیوں کا یہ کہنا کہ حضرت اسرائیل نے اسے حرام کیا تھا اس لئے ہم اسے اپنے آپ پر
بھی حرام کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ سرہ نے شراب فروشی کی ہے تو آپ نے فرمایا اللہ اسے عارت کرے کیا یہ
نہیں جانتا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر لعنت کی کہ جب ان پر چربی حرام ہوئی تو انہوں نے اسے پکھلا کر فروخت کرنا
شروع کر دیا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ نے فتح مکہ والے سال فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے شراب، مردار، سورا اور بتوں کی
خرید و فروخت حرام فرمائی ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ مردار کی چربیوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس سے چمڑے رنگے
جاتے ہیں اور کشتیوں پر چڑھایا جاتا ہے اور چراغ میں جلایا جاتا ہے آپؐ نے فرمایا وہ بھی حرام ہے۔ پھر اس کے ساتھ ہی آپؐ نے
ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہودیوں کو عارت کرے جب ان پر چربی حرام ہوئی تو انہوں نے اسے پکھلا کر فروخت کر کے اس کی قیمت
کھانا شروع کر دی (بخاری و مسلم) ایک مرتبہ آپؐ خانہ کعبہ میں مقام ابراہیم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور تین
مرتبہ یہودیوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا! اللہ نے ان پر چربی حرام کی تو انہوں نے اسے فروخت کر کے اس کی قیمت کھائی۔ اللہ تعالیٰ جن پر جو
چیز حرام کرتا ہے ان پر اس کی قیمت بھی حرام فرمادیتا ہے۔ (ابن مردویہ) ایک مرتبہ آپؐ مسجد حرام میں حلیم کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے ہوئے
تھے آسمان کی طرف دیکھ کر کہنے اور بھی فرمایا (ابوداؤد و مسند احمد) حضرت اسامہ بن زید وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے زمانے
میں آپؐ کی عیادت کے لئے گئے۔ اس وقت آپؐ عدن کی چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے آپؐ نے چہرہ سے نچادر ہٹا کر فرمایا اللہ یہودیوں پر

لغت کرنے کہ بکریوں کی چربی کو حرام مانتے ہوئے اس کی قیمت کھاتے ہیں۔" ابو داؤد میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ "اللہ جب کسی قوم پر کسی چیز کا کھانا حرام کرتا ہے تو اس کی قیمت بھی حرام فرمادیتا ہے۔"

**فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبِّكُمْ ذُورَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ
عَنِ الْقَوْمِ الْمَجْرِمِينَ ۝**

پھر بھی اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ تمہارا پروردگار بڑی وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب گنہگار لوگوں سے لوٹایا نہیں جاسکتا ۝

مشرک ہو یا کافر تو بہ کر لے تو معاف! ☆ ☆ (آیت: ۱۴۷) "اب بھی اگر تیرے مخالف یہودی اور مشرک وغیرہ تجھے جھوٹا بتائیں تو پھر بھی تو انہیں میری رحمت سے مایوس نہ کر، بلکہ انہیں رب کی رحمت کی وسعت یاد دلاتا کہ انہیں اللہ کی رضا جوئی کی تبلیغ ہو جائے" ساتھ ہی انہیں اللہ کے اٹل عذابوں سے بچنے کی طرف بھی متوجہ کر، پس رغبت، رہبت، امید، ڈردنوں ہی ایک ساتھ سنا دے۔ قرآن کریم میں امید کے ساتھ خوف اکثر بیان ہوتا ہے۔ اس سورت کے آخر میں فرمایا: تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے اور غفور رحیم بھی ہے۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: إِنَّ رَبَّنَا لَذُوْ غَفُورٍ رَّحِيْمٌ عَلٰی ظُلْمِهِمْ اَلْحُ تیرا رب لوگوں کے گناہوں پر انہیں بخشنے والا بھی ہے اور وہ سخت تر عذاب کرنے والا بھی ہے۔ ایک آیت میں ارشاد ہے: میرے بندوں کو میرے غفور رحیم ہونے کی اور میرے عذابوں کے بڑے ہی دردناک ہونے کی خبر پہنچا دے۔ اور جگہ ہے وہ گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔ نیز کئی آیات میں ہے کہ تیرے رب کی بکڑ بڑی بھاری اور نہایت سخت ہے۔ وہی ابتداء کرتا ہے اور وہی دوبارہ لوٹائے گا۔ وہ غفور ہے، دودد ہے، بخشش کرنے والا ہے، مہربان اور محبت کرنے والا ہے۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیات ہیں۔

**سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا
آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ
قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ
فَتُخْرِجُوهُنَا إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا
تَخْرُصُونَ ۝ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَيْكُمْ
أَجْمَعِينَ ۝**

ممكن ہے کہ مشرکین یہ جھٹ بازی بھی کرنے لگیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم نہ مشرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی حلال چیز کو حرام کرتے ایسی طرح ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا۔ آخر کار ہمارے عذاب کا مزہ چکھ لیا، پوچھ تو کیا تمہارا ہے پاس اس کی کوئی سببی ہے کہ اسے ہمارے سامنے بڑے ہوئے ہو اور نری انگلیں دوڑا رہے ہو ۝ کہہ دے کہ اللہ ہی کی جھت تمام اور پوری ہے پس اگر وہ چاہتا تو تم

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّيَ عَلَيْكُمْ عَلَىٰ شُرُكُوتِ
 بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِمَّنْ إِمْلَاقُ
 نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ
 مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا
 بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّيْتُكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝۵۵

کہہ دے کہ اؤ تم پر تمہارے رب نے جو کچھ حرام کیا ہے میں تمہیں وہ پڑھ سناؤں یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ
 اچھا سلوک کرو اور غفلتی کے دُور سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو تمہیں اور انہیں روزیاں ہم ہی دیتے ہیں اور کسی بے حیائی کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ ظاہر ہو
 خواہ وہ پوشیدہ ہو اور جس جان کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے اسے بغیر کسی شرعی وجہ کے قتل نہ کرو یہ ہیں وہ احکام جن کا حکم اللہ تعالیٰ ہمیں دے رہا ہے تاکہ تم
 سمجھ لو بھلو ۝

نبی اکرم ﷺ کی وصیتیں: ☆☆☆ (آیت: ۱۵۱) ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص رسول اللہ ﷺ کی اس وصیت کو دیکھنا
 چاہتا ہو جو آپ کی آخری وصیت تھی تو وہ ان آیات کو تنقون تک پڑھے۔ "ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "سورۃ النعام میں محکم
 آیا تمہیں۔ پھر یہی آیات آپ نے تلاوت فرمائیں۔" ایک مرتبہ حضورؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا "تم میں سے کوئی شخص ہے جو میرے
 ہاتھوں پر ان تین باتوں کی بیعت کرے پھر آپ نے یہی آیات تلاوت فرمائیں اور فرمایا جو اسے پورا کرے گا وہ اللہ سے اجر پائے گا اور جو
 ان میں سے کسی بات کو پورا نہ کرے گا تو دنیا میں ہی اسے شرعی سزا دے دی جائے گی اور اگر سزا نہ دی گئی تو پھر اس کا معاملہ قیامت پر ہے۔ اگر
 اللہ چاہے تو اسے بخش دے اور اگر چاہے تو سزا دے" (امند حاکم)

بخاری و مسلم میں ہے "تم لوگ میرے ہاتھ پر بیعت کرو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے کی" اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی
 سلام اللہ علیہ سے فرماتا ہے کہ "ان شرکین کو جو اللہ کی اولاد کے قائل ہیں اللہ کے رزق میں سے بعض کو اپنی طرف سے حلال اور بعض کو حرام
 کہتے ہیں اللہ کے ساتھ دوسروں کو پوجتے ہیں کہہ دیجئے کہ سچ جو چیزیں اللہ کی حرام کردہ ہیں انہیں مجھ سے سن لو جو میں بڑ بزرگ و جی الہی
 بیان کرتا ہوں تمہاری طرح خواہش نفس تو ہم پرستی اور انکل و گمان کی بنا پر نہیں کہتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جس کی وہ تمہیں وصیت
 کرتا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ یہ کلام عرب میں ہوتا ہے کہ ایک جملہ کو حذف کر دیا پھر دوسرا جملہ ایسا کہہ دیا جس سے حذف
 شدہ جملہ معلوم ہو جائے۔ اس آیت کے آخری جملے ذَلِّمُوا وَاَصْحَابُکُمْ سے اَلَا تُشْعِرُوْا سے پہلے کے محذوف جملے او صا حکم پر دلالت ہو
 گئی۔ عرب میں یوں بھی کہہ دیا کرتے ہیں امر تلک ان لا تقوم۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میرے پاس جبرئیل
 آئے اور مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ آپ کی امت میں سے جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے وہ نہ جنت میں داخل ہوگا تو میں نے کہا گو اس
 نے زنا کیا ہو گو اس نے چوری کی ہو آپ نے فرمایا ہاں گو اس نے زنا اور چوری کی ہو۔ میں نے پھر یہی سوال کیا مجھے پھر یہی جواب ملا پھر
 بھی میں نے یہ بات پوچھی اس مرتبہ جواب دیا کہ گو شراب نوشی بھی کی ہو۔

بعض روایات میں ہے کہ حضورؐ سے موحّد کے جنت میں داخل ہونے کا سن کر حضرت ابوذرؓ نے یہ سوال کیا تھا اور آپ نے یہ جواب

حیائیاں اللہ نے حرام کر دی ہیں خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ ہوں۔ سعد بن عبادہؓ نے کہا کہ اگر میں کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لوں تو میں تو ایک ہی وار میں اس کا فیصلہ کر دوں، جب حضورؐ کے پاس ان کا یہ قول بیان ہوا تو فرمایا کیا تم سعدؓ کی غیرت پر تعجب کر رہے ہو؟ واللہ میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور میرا رب مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے، اسی وجہ سے تمام فحش کام ظاہر و پوشیدہ اس نے حرام کر دیئے ہیں (بخاری و مسلم)

ایک مرتبہ حضورؐ سے کہا گیا کہ ہم غیرت مند لوگ ہیں، آپؐ نے فرمایا واللہ میں بھی غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت والا ہے، یہ غیرت ہی ہے جو اس نے تمام بری باتوں کو حرام قرار دے دیا ہے۔ اس حدیث کی سند ترمذی کی شرط پر ہے۔ ترمذی میں یہ حدیث ہے کہ میری امت کی عمریں ساٹھ ستر کے درمیان ہیں۔ اس کے بعد کسی کے ناحق قتل کی حرمت کو بیان فرمایا گو وہ بھی فواحش میں داخل ہے لیکن اس کی اہمیت کی وجہ سے اسے الگ کر کے بیان فرمادیا۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ جو مسلمان اللہ کی توحید اور میری رسالت کا اقرار کرتا ہو اسے قتل کرنا بجز تین باتوں کے جائز نہیں۔ یا تو شادی شدہ ہو، کھر چڑھتا کرے یا کسی کو قتل کرنے یا دین کو چھوڑ دے اور جماعت سے الگ ہو جائے۔ مسلم میں ہے اس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، کسی مسلمان کا خون حلال نہیں۔ ابو داؤد اور نسائی میں تیسرا شخص وہ بیان کیا گیا ہے جو اسلام سے نکل جائے اور اللہ کے رسولوں سے جنگ کرنے لگے اسے قتل کر دیا جائے گا، صلیب پر چڑھا دیا جائے گا، مسلمانوں کے ملک سے جلا وطن کر دیا جائے گا۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت جبکہ باغی آپؐ کو محاصرے میں لئے ہوئے تھے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، کسی مسلمان کا خون بجز ان تین کے حلال نہیں ایک تو اسلام کے بعد کافر ہو جانے والا دوسرا شادی شدہ ہو کر زنا کرنے والا اور تیسرا بغیر قصاص کے کسی کو قتل کر دینے والا۔ اللہ کی قسم نہ تو میں نے جاہلیت میں زنا کیا نہ اسلام لانے کے بعد اور نہ اسلام لانے کے بعد کبھی میں نے کسی اور دین کی تمنا کی اور نہ میں نے کسی کو بلا وجہ قتل کیا، پھر تم میرا خون بہانے کے درپے کیوں ہو؟ عربی کافروں میں جو امن طلب کرے اور مسلمانوں کے معاہدہ امن میں آجائے اس کے قتل کرنے والے کے حق میں بھی بہت وعید آئی ہے اور اس کا قتل بھی شرعاً حرام ہے۔ بخاری میں ہے معاہدہ امن کا قاتل جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کے راستے تک پہنچ جاتی ہے۔ اور روایت میں ہے کیونکہ اس نے اللہ کا مذہب توڑا اس میں ہے کہ پچاس برس کے راستے کے فاصلے سے ہی جنت کی خوشبو پہنچی ہے۔ پھر فرماتا ہے یہ ہیں اللہ کی قسمیں اور اس کے احکام تاکہ تم دین حق کو اس کے احکام کو اور اس کی منع کردہ باتوں کو سمجھ لو۔

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ
يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۚ وَأَوْفُوا بِالْكَيْلِ وَالْمِيزَانِ بِالْقِسْطِ ۚ لَا تُكَلِّفُ
نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۚ
وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَلِكُمْ وَصَّيْكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝

یتیموں کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ مگر ایسے طور پر کہ اس کے حق میں بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کی عمر کو پہنچ جائے اور آپؐ تو انصاف کے ساتھ پورا پورا کردہ ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب بولو انصاف کا پاس رکھو اگرچہ کسی قربت دار کا معاملہ ہی کیوں نہ ہو اور اللہ کے ساتھ جو عہد ہوا ہے

تعالیٰ کا راستہ ہے پھر اس کے دائیں اور بائیں دو دیکھیں کھینچیں اور فرمایا کہ یہ شیطانی راہیں ہیں اور سچ کی لکیر پر انگلی رکھ کر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ ابن ماجہ میں اور بزار میں بھی یہ حدیث ہے۔ ابن مسعودؓ سے کسی نے پوچھا صراطِ مستقیم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جس پر ہم نے اپنے نبی ﷺ کو چھوڑا اسی کا دوسرا سرا جنت میں جاتا ہے۔ اس کے دائیں بائیں بہت سی اور راہیں ہیں جن پر لوگ چل رہے ہیں اور دوسروں کو بھی بلاتا رہے ہیں۔ جو ان راہوں میں سے کسی راہ پر بھولیا، وہ جہنم میں پہنچا پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ حضورؐ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی مثال بیان فرمائی۔ اس راستے کے دونوں طرف دو دیواریں ہیں جن میں بہت سے دروازے ہیں اور سب چو پٹ کھلے پڑے ہیں اور ان پر پردے لٹکے ہوئے ہیں۔ اس سیدھی راہ کے سرے پر ایک پکارنے والا بھج پکارتا رہتا ہے کہ لوگو تم سب اس صراطِ مستقیم پر آ جاؤ راستے میں کھرنہ جاؤ سچ راہ کے بھی ایک شخص ہے۔ جب کوئی شخص ان دروازوں میں سے کسی کو کھولنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے خبردار اسے نہ کھول، کھولو گے تو سیدھی راہ سے دور نکل جاؤ گے۔ پس سیدھی راہ اسلام ہے اور دونوں دیواریں اللہ کی حدود ہیں۔ کھلے ہوئے دروازے اللہ کی حرام کردہ چیزیں ہیں نمایاں شخص اللہ کی کتاب ہے۔ اوپر سے پکارنے والا اللہ کی طرف کا نصیحت کرنے والا ہے جو ہر مومن کے دل میں ہے (ترمذی) اس نکتے کو نہ بھولنا چاہئے کہ اپنی راہ کے لئے سبیل واحد کا لفظ بولا گیا اور اگر اسی کی راہوں کے لئے سب جمع کا لفظ استعمال کیا گیا اس لئے کہ راہ حق ایک ہی ہوتی ہے اور ناقص کے بہت سے طریقے ہوا کرتے ہیں جیسے آیت اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْ ظُلُمٰتٍ کو جمع کے لفظ سے اور نور کو واحد کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ قُلْ تَعَالَوْا لَے تین آیات تک تلاوت کر کے فرمایا تم میں سے کون کون ان باتوں پر مجھ سے بیعت کرتا ہے؟ پھر فرمایا جس نے اس بیعت کو اپنا لیا اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے اور جس نے ان میں سے کسی بات کو توڑ دیا اس کی دوسو برس ہیں یا تو دنیا میں ہی اس کی سزا شقی اسے مل جائے گی یا اللہ تعالیٰ آخرت تک اسے مہلت دے دے گا پھر رب کی مشیت پر منحصر ہے اگر چاہے سزا دے اگر چاہے توبہ معاف فرمادے۔

ثُمَّ اَتَيْنَا مُوسٰی الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلٰی الَّذِیْ اٰحْسَنَ
وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهَدٰی وَرَحْمَةً لِّعَلَّہُمْ بَلٰغًا رَّبِّہُمْ
یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَہٰذَا کِتٰبُنَا اَنْزَلْنٰہُ مُبْرَکٌ فَاتَّبِعُوْہُ وَاتَّقُوْا
لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی فرمائی جس سے نیک کاروں پر نعت پوری ہو اس میں تمام احکام کی تفصیل ہے اور ہدایت و صبر پائی ہے تاکہ لوگ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لائیں ○ اور اس با برکت کتاب کو بھی ہم نے نازل فرمایا ہے ستم اس کی حکم برداری کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ○

جنوں نے قرآن حکیم سنا: ﴿۱۵۴﴾ ﴿آیت ۱۵۵﴾ امام ابن جریر نے نو تفسیر کے لئے مانا ہے یعنی ان سے یہ بھی کہہ دے اور ہماری طرف سے یہ خبر بھی پہنچادے لیکن میں کہتا ہوں ثَمَّ کو ترتیب کے لئے مان کر خبر کا خبر پر عطف کر دیں تو کیا حرج ہے؟ کیونکہ ایسا ہوتا ہے اور شعروں میں بھی موجود ہے۔ چونکہ قرآن کریم کی مدح اَنْ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمٌ میں گذری تھی اس لئے اس پر عطف ڈال کر توراۃ کی مدح بیان کر دی۔ جیسے کہ اور بھی بہت سی آیات میں ہے۔ چنانچہ فرمان ہے وَ مِنْ قَبْلِہِ کِتٰبُ مُوسٰی اِمَامًا وَ رَحْمَةً وَ ہٰذَا کِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا یعنی اس سے پہلے توراۃ امام رحمت تھی اور اب یہ قرآن عربی تصدیق کرنے والا ہے۔ اسی سورت کے اول میں

ہے قل من انزل الكتاب الذی الخ اس آیت میں بھی تورات کے بیان کے بعد اس قرآن کا بیان ہے۔

کافروں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا الخ جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ پہنچا تو کہنے لگے اسے اس جیسا کیوں نہ ملا جو موسیٰ کو ملتا تھا جس کے جواب میں فرمایا گیا کیا انہوں نے موسیٰ کی اس کتاب کے ساتھ کفر نہیں کیا تھا؟ کیا صاف طور سے نہیں کہا تھا کہ یہ دونوں جادوگر ہیں اور ہم تو ہر ایک کے منکر ہیں۔ جنوں کا قول بیان ہوا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا ہم نے وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد اتری ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کو سچا کہتی ہے اور راہ حق کی ہدایت کرتی ہے وہ کتاب جامع اور کامل تھی۔ شریعت کی جن باتوں کی اس وقت ضرورت تھی سب اس میں موجود تھیں یہ احسان تھا نیک کاروں کی نیکیوں کے بدلے کا۔ جیسے فرمان ہے احسان کا بدلہ احسان ہی ہے۔ اور جیسے فرمان ہے کہ بنی اسرائیلیوں کو ہم نے ان کا امام بنادیا جبکہ انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر یقین رکھا۔ غرض یہ بھی اللہ کا فضل تھا اور نیکوں کی نیکیوں کا صلہ۔ احسان کرنے والوں پر اللہ بھی احسان پورا کرتا ہے یہاں بھی اور وہاں بھی۔ امام ابن جریر الذہبی کو مصدر یہ مانتے ہیں جیسے خُصِّصْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا میں ہے۔ ابن رواحہ کا شعر ہے

وَبُثِّتَ اللَّهُ مَا آتَاكَ مِنْ حَسَنٍ فِي الْمَرْسَلِينَ وَنَصَرَ كَالَّذِي نَصَرُوا

اللہ تیری اچھائیاں بڑھائے اور اگلے نبیوں کی طرح تیری بھی مدد فرمائے۔ بعض کہتے ہیں یہاں الذی معنی میں الذین کے ہے عبد اللہ بن مسعود کی قرات لما ما علی الذین احسنوا ہے۔ پس مومنوں اور نیک لوگوں پر اللہ کا یہ احسان ہے اور پورا احسان ہے۔ بغوی کہتے ہیں مراد اس سے انبیاء اور عام مومن ہیں۔ یعنی ان سب پر ہم نے اس کی فضیلت ظاہر کی۔ جیسے فرمان ہے يَمْشُو سُبْحًا اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ الخ یعنی اے موسیٰ میں نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے تجھے لوگوں پر بزرگی عطا فرمائی۔ ہاں حضرت موسیٰ کی اس بزرگی سے حضرت محمد ﷺ جو خاتم الانبیاء ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جو خلیل اللہ ہیں مستثنیٰ ہیں یہ سب ان دلائل کے جو وارد ہو چکے ہیں۔ یحییٰ بن یسیر احسن ہو کو مخدوف مان کر احسن پڑھتے تھے۔ ہو سکتا ہے؟ امام ابن جریر فرماتے ہیں میں اس قرات کو جائز نہیں رکھوں گا اگرچہ عہدیت کی بنا پر اس میں نقصان نہیں۔ آیت کے اس جملے کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ پر احسان رب کو تمام کرنے کے لئے یہ اللہ کی کتاب ان پر نازل ہوئی۔ ان دونوں کے مطلب میں کوئی تفاوت نہیں۔

پھر تورات کی تعریف بیان فرمائی کہ اس میں ہر حکم یہ تفصیل ہے اور وہ ہدایت و رحمت ہے تاکہ لوگ قیامت کے دن اپنے رب سے ملنے کا یقین کر لیں۔ پھر قرآن کریم کی اتباع کی رغبت دلاتا ہے اس میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور اس پر عمل کرنے کی ہدایت فرماتا ہے اور اس کی طرف لوگوں کو بلانے کا حکم دیتا ہے۔ برکت سے اس کا وصف بیان فرماتا ہے کہ جو بھی اس پر کار بند ہو جائے وہ دونوں جہان کی برکتیں حاصل کرے گا اس لئے کہ یہ اللہ کی طرف مضبوطی ہے۔

اَنْ تَقُولُوا اِنَّمَا اُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلٰی طَافِثَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا
وَ اِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَفْلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُولُوا لَوْ اَنَّا
اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا اَهْدٰی مِنْهُمْ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ
مِّن رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَ رَحْمَةٌ ۝ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ بِآيَاتِ

اللّٰهُ وَصَدَفَ عَنْهَا سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ﴿۷۷﴾

اس لئے کہ کبھی کہنے لگو کہ کتاب اللہ تو ہم سے پہلے کی دو جماعتوں کی طرف ہی نازل کی گئی اور ہم تو ان کی تلاوت سے بے خبر ہی رہے ○ یا کہنے لگو کہ اگر ہم پر کوئی کتاب اتاری جاتی تو ہم تو اس سے بہت ہی زیادہ راہ یافتہ بن جاتے اچھا اب تو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حجت و دلیل اور ہدایت و رحمت آنے لگی ہے پس اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی آیات کو جھوٹی تلافی اور ان سے کترا جائے ہم بھی ان لوگوں کو جو ہماری آیات سے کترا آتے رہتے ہیں بُرے عذابوں کی سزا دیں گے جو بدلا ہو گا ان کے کترانے کا ○

لاف زنی عیب ہے۔ دوسروں کو نیکی سے روکنے والے بدترین ہیں ☆ (آیت: ۱۵۶-۱۵۷) فرماتا ہے کہ اس آخری کتاب نے تمہارے تمام عذر ختم کر دیے جیسے فرمان ہے وَلَوْ لَا اَنْ تُصِيبَهُمْ مُّصِيبَةٌ اَلْیَعْنٰی اَگرا نہیں ان کی بددعا یوں کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی تو کہہ دیتے کہ تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیرے فرمان کو ماننے لگتے۔ اگلی دو جماعتوں سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ اگر یہ عربی زبان کا قرآن نہ اترتا تو وہ یہ عذر کر دیتے کہ ہم پر تو ہماری زبان میں کوئی کتاب نہیں اتری ہم اللہ کے فرمان سے بالکل غافل رہے پھر ہمیں سزا کیوں ہو؟ نہ یہ عذر باقی رہا اور نہ یہ کہ اگر ہم پر آسان کتاب اترتی تو ہم تو اگلوں سے آگے نکل جاتے اور خوب نیکیاں کرتے۔ جیسے فرمان ہے وَاقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ اٰیْمَانِهِمْ اَلْیَعْنٰی یعنی موکل قسمیں کھا کھا کر لاف زنی کرتے تھے کہ ہم میں اگر کوئی نبی آ جائے تو ہم ہدایت کو مان لیں۔

اللہ فرماتا ہے اب تو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ہدایت و رحمت بھر اقرآن بزبان رسول عربی آچکا جس میں حلال و حرام کا بخوبی بیان ہے اور دلوں کی ہدایت کی کافی نورانیت اور رب کی طرف سے ایمان والوں کے لئے سراسر رحمت و رحم ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ جس کے پاس اللہ کی آیات آ جائیں اور وہ انہیں جھٹلائے ان سے فائدہ نہ اٹھائے نہ عمل کرے نہ یقین لائے نہ نیکی کرے نہ بدی چھوڑے نہ خود مانے نہ اوروں کو ماننے دے تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے؟ اسی سورت کے شروع میں فرمایا ہے وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْهَوْنَ عَنْهُ خُودِ اس کے مخالف اوروں کو بھی اسے ماننے سے روکتے ہیں دراصل اپنا ہی بگاڑتے ہیں جیسے فرمایا اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَلْیَعْنٰی یعنی جو لوگ خود کفر کرتے ہیں اور راہ الہی سے روکتے ہیں انہیں ہم عذاب بڑھاتے رہیں گے۔ پس یہ لوگ ہیں جو نہ ماننے تھے اور نہ فرمان بردار ہوتے تھے۔ جیسے فرمان ہے فَلَا صَدَقَیْ وَلَا صَلَیْ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی یعنی نہ تو مانا نہ نماز پڑھی بلکہ نہ مان کر نہ پھیر لیا۔ ان دونوں تفسیروں میں پہلی بہت اچھی ہے یعنی خود بھی انکار کیا اور دوسروں کو بھی انکار پر آمادہ کیا۔

هَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّا اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يٰٓاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يٰٓاْتِيَ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ يٰٓاْتِيَ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ۗ قُلِ ابْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۷۸﴾

کیا یہ ایسا بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں؟ یا تیرے رب کی بعض نشانیاں آ جائیں؟ جس دن تیرے رب کی بعض نشانیاں آ جائیں گی تو کسی شخص کو جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا اس کا ایمان مطلق قاعدہ نہ دے گا نہ اسے جس نے اپنے ایمان کی حالت میں نیکیاں نہ کی ہوں کہہ دے کہ اچھا
○ منتظر ہو ہم بھی انتظار کر رہے ہیں

قیامت اور بے بسی: ☆ (آیت: ۱۵۸) اللہ تعالیٰ کا فرد کو اور پیغمبروں کے مخالفوں کو اور اپنی آیات کے جھٹلانے والوں کو اور اپنی راہ سے روکنے والوں کو ڈر رہا ہے کہ کیا انہیں قیامت کا انتظار ہے؟ جبکہ فرشتے بھی آئیں گے اور خود اللہ تعالیٰ بھی۔ وہ بھی وقت ہوگا جب ایمان بھی بے سود اور تو بہ بھی بیکار۔ بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ سورج مغرب سے نہ نکلے جب یہ نشان ظاہر ہو جائے گا تو زمین پر جتنے لوگ ہوں گے سب ایمان لائیں گے لیکن اس وقت کا ایمان محض بے سود ہے پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ اور حدیث میں ہے جب قیامت کی تین نشانیاں ظاہر ہو جائیں تو بے ایمان کو ایمان لانا خیر سے رکے ہوئے لوگوں کو اس کے بعد نیکی یا تو بہ کرنا کچھ سودمند نہ ہوگا۔ سورج کا مغرب سے نکلنا دجال کا آنا دابة الارض کا ظاہر ہونا۔ ایک اور روایت میں اس کے ساتھ ہی ایک دھوئیں کے آنے کا بھی بیان ہے۔ اور حدیث میں ہے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پیشتر جو تو بہ کرے اس کی تو بہ مقبول ہے۔

حضرت ابوذرؓ سے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا جانتے ہو یہ سورج غروب ہو کر کہاں جاتا ہے؟ جواب دیا کہ نہیں فرمایا عرش کے قریب جا کر سجدے میں پڑتا ہے اور ٹھہرا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے اجازت ملے اور کہا جائے لوٹ جا قریب ہے کہ ایک دن اس سے کہہ دیا جائے کہ جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا یہی وہ وقت ہوگا کہ ایمان لانا بے نفع ہو جائے گا۔ ایک مرتبہ لوگ قیامت کی نشانیوں کا ذکر کر رہے تھے اتنے میں حضور بھی تشریف لے آئے اور فرمانے لگے قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو گے۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا دھواں دابة الارض یا جوج ماجوج کا آنا عیسیٰ بن مریم کا آنا اور دجال کا نکلنا مشرق مغرب اور جزیرہ عرب میں تین جگہ زمین کا دھنس جانا اور عدن کے درمیان سے ایک زبردست آگ کا نکلنا جو لوگوں کو ہانک کے لے جائے گی رات دن ان کے پیچھے ہی پیچھے رہے گی (مسلم وغیرہ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کا نشان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ رات بہت لمبی ہو جائے گی بقدر دوراوتوں کے لوگ معمول کے مطابق اپنے کام کاغ میں ہوں گے اور تہجد گزاری میں بھی۔ ستارے اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے ہوں گے پھر لوگ سو جائیں گے پھر اٹھیں گے کام میں لگیں گے پھر سوئیں گے پھر اٹھیں گے لیکن دیکھیں گے کہ نہ ستارے پئے ہیں نہ سورج نکلا ہے کروٹیں دیکھنے لگیں گی لیکن صبح نہ ہوگی اب تو گھبرا جائیں گے اور دہشت زدہ ہو جائیں گے منتظر ہوں گے کہ کب سورج نکلے مشرق کی طرف نظریں جمائے ہوئے ہوں گے کہ اچانک مغرب کی طرف سے سورج نکل آئے گا اس وقت تو تمام روئے زمین کے انسان مسلمان ہو جائیں گے لیکن اس وقت ایمان محض بے سود ہوگا۔ (ابن مردویہ) ایک حدیث میں حضور کا اس آیت کے اس جملے کو تلاوت فرما کر اس کی تفسیر میں سورج کا مغرب سے نکلنا فرمایا بھی ہے۔

ایک روایت میں ہے سب سے پہلی نشانی یہی ہوگی۔ اور حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے مغرب کی طرف ایک بڑا دروازہ کھول رکھا ہے جس کا عرض (چوڑائی) ستر سال (کی مسافت) ہے تو یہ دروازہ کب کب کھلا دے گا اور وہاں سے سورج نکلتا ہے۔ اور حدیث میں ہے لوگوں پر ایک رات آئے گی جو تین راتوں کے برابر ہوگی اسے تہجد گزار جان لیں گے یہ کھڑے ہوں گے ایک معمول کے مطابق تہجد

پڑھ کر سوجائیں گے پھر انھیں گے اپنا معمول ادا کر کے پھر لیٹیں گے۔ لوگ اس لمبائی سے گھبرا کر چیخ و پکار شروع کر دیں گے اور دوڑے بھاگے مسجدوں کی طرف جائیں گے کہ ناگہاں دیکھیں گے کہ سورج طلوع ہو گیا یہاں تک کہ وسط آسمان میں پہنچ کر پھر لوٹ جائے گا اور اپنے طلوع ہونے کی جگہ سے طلوع ہوگا۔ یہی وہ وقت ہے جس وقت ایمان سودمند نہیں۔ اور روایت میں ہے کہ تین مسلمان شخص مردان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے مردان ان سے کہہ رہے تھے کہ سب سے پہلی نشانی دجال کا خروج ہے۔ یہ نہ کر یہ لوگ حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس گئے اور یہ بیان کیا آپ نے فرمایا اس نے کچھ نہیں کہا مجھے حضور کا فرمان خوب محفوظ ہے کہ سب سے پہلی نشانی سورج کا مغرب سے نکلنا ہے۔ اور دابة الارض کا دن چڑھنا ہوتا ہے۔ ان دونوں میں سے جو بھی پہلے ظاہر ہو اسی کے بعد دوسری ظاہر ہوگی۔ حضرت عبداللہ کتاب پڑھتے جاتے تھے۔ فرمایا میرا خیال ہے کہ پہلے سورج کا نشان ظاہر ہوگا وہ غروب ہوتے ہی عرش تلے جاتا ہے اور سجدہ کر کے اجازت مانگتا ہے اجازت مل جاتی ہے جب مشیت الہی سے مغرب سے ہی نکلنا ہوگا تو اس کی بار بار کی اجازت طلبی پر بھی جواب نہ ملے گا۔ رات کا وقت ختم ہونے کے قریب ہوگا اور یہ سمجھ لے گا کہ اب اگر اجازت ملی بھی تو مشرق میں نہیں پہنچ سکتا۔ تو کہے گا کہ یا اللہ دنیا کو سخت تکلیف ہوگی تو اس سے کہا جائے گا یہیں سے طلوع ہو چنانچہ وہ مغرب سے ہی نکل آئے گا پھر حضرت عبداللہ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

طبرانی میں ہے کہ جب سورج مغرب سے نکلے گا ابلیس سجدے میں گر پڑے گا اور زور زور سے کہے گا الہی مجھے حکم کر میں انوں کا جسے تو فرمائے میں سجدہ کرنے کے لئے تیار ہوں اس کی ذریت اس کے پاس جمع ہو جائے گی اور کہے گی یہ ہائے دوائے کیسی ہے؟ وہ کہے گا مجھے یہیں تک ڈھیل دی گئی تھی۔ اب وہ آخری وقت آ گیا پھر صفا کی پہاڑی کے غار سے دابة الارض نکلے گا اس کا پہلا قدم اٹھا کر یہاں پڑے گا وہ ابلیس کے پاس پہنچے گا اور اسے تھپس مارے گا۔ یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور اس کی سند بالکل ضعیف ہے۔ ممکن ہے کہ یہ ان کتابوں میں سے حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے لی ہو جن کے دو تھیلے انہیں یرموک کی لڑائی والے دن ملے تھے۔ اس کا فرمان رسول ہونا ناقابل تسلیم ہے۔ اللہ اعلم۔

حضورؐ فرماتے ہیں ہجرت منقطع نہ ہوگی جب تک کہ دشمن برسرِ پیکار رہے۔ ہجرت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو گناہوں کو چھوڑنا دوسرے اللہ اور اس کے رسول کے پاس ترک وطن کر کے جانا۔ یہ بھی باقی رہے گی جب تک کہ توبہ قبول ہوتی ہے اور توبہ قبول ہوتی رہے گی جب تک کہ سورج مغرب سے نہ نکلے سورج کے مغرب سے نکلنے ہی پھر جو کچھ جس دل میں ہے اسی پر مہر لگ جائے گی اور اعمال بے سود ہو جائیں گے۔ ابن مسعودؓ کا فرمان ہے کہ بہت سے نشانات گزر چکے ہیں صرف چار باقی رہ گئے ہیں۔ سورج کا نکلنا دجال دابة الارض اور یاجوج ماجوج کا آنا۔ جس علامت کے ساتھ اعمال ختم ہو جائیں گے وہ مغرب سے سورج کا طلوع ہونا ہے۔ ایک طویل مرفوع غریب منکر حدیث میں ہے کہ اس دن سورج چاند ملے جلتے طلوع ہوں گے۔ آدھے آسمان سے واپس چلے جائیں گے پھر حسبِ عادت ہو جائیں گے۔ اس حدیث کا تو مرفوع ہونے کا دعویٰ اس حدیث کے موضوع ہونے کا ثبوت ہے۔ ہاں ابن عباسؓ یا وہب بن منبہؓ پر موقوف ہونے کی بیعتیں ممکن ہے موضوع کی کتنی سے نکل جائے۔ واللہ اعلم۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں قیامت کی پہلی نشانی کے ساتھ ہی اعمال کا خاتمہ ہے۔ اس دن کسی کافر کا مسلمان ہونا بے سود ہوگا۔ ہاں مومن جو اس سے پہلے نیک اعمال والا ہوگا وہ بہتری میں رہے گا اور جو نیک عمل نہ ہوگا اس کی توبہ بھی اس وقت مقبول نہ ہوگی جیسے کہ پہلے احادیث گزر چکی ہیں۔ برے لوگوں کے نیک اعمال بھی اس نشان عظیم کو دیکھ لینے کے بعد کام نہ آئیں گے۔ پھر کافروں کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ اچھا تم انتظار میں ہی رہو تا آنکہ توبہ کے اور ایمان کے قبول نہ ہونے کا وقت آ جائے۔ اور

قیامت کے زبردست آثار ظاہر ہو جائیں۔ جیسے اور آیت میں ہے **هَلْ يُنظَرُونَ إِلَّا السَّاعَةُ** اَلْ قِیَامَتِ کے اچانک آجانے کا ہی انتظار ہے۔ اس کی بھی علامات ظاہر ہو چکی ہیں اس کے آچکنے کے بعد نصیحت کا وقت کہاں؟ اور آیت میں **فَلَمَّا رَأَوْا بُنْسَانًا** ہمارے غدا یوں کا مشاہدہ کر لینے کے بعد کا ایمان اور شرک سے انکار بے سود ہے۔

**إِنَّ الَّذِينَ فَرَقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ
إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ**

جن لوگوں نے تفرقہ ڈالا اور گروہ گروہ بن گئے تھے ان سے کوئی سروکار نہیں ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے پھر وہی انہیں اس کے بعد ان کے کثرت سے باخبر کر دے گا ○

اہل بدعت گمراہ ہیں: ☆ ☆ (آیت: ۱۵۹) مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں اتری ہے۔ یہ لوگ حضور کی نبوت سے پہلے سخت اختلافات میں تھے جن کی خبر یہاں دی جا رہی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ شعی تک اس آیت کی تلاوت فرما کر حضورؐ نے فرمایا وہ بھی تجھ سے کوئی میل نہیں رکھتے۔ اس امت کے اہل بدعت شک شبہ والے اور گمراہی والے ہیں۔ اس حدیث کی سند صحیح نہیں۔ یعنی ممکن ہے یہ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول ہو۔ ابوامامہؓ فرماتے ہیں اس سے مراد غار بنی ہیں۔ یہ بھی مرفوعہ مروی ہے لیکن صحیح نہیں۔ ایک اور غریب حدیث میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں مراد اس سے اہل بدعت ہے اس کا بھی مرفوعہ ہوتا صحیح نہیں۔ بات یہ ہے کہ آیت عام ہے۔ جو بھی اللہ رسول کے دین کی مخالفت کرے اور اس میں پھوٹ اور افتراق پیدا کرے گمراہی کی اور خواہش پرستی کی پیروی کرے نیا دین اختیار کرے نیا مذہب قبول کرے وہی وعید میں داخل ہے کیونکہ حضورؐ جس حق کو لے کر آئے ہیں وہ ایک ہی ہے کئی ایک نہیں اللہ نے اپنے رسول کو فرقہ بندی سے بچایا ہے اور آپ کے دین کو بھی اس لعنت سے محفوظ رکھا ہے۔

اسی مضمون کی دوسری آیت **شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ** الخ ہے ایک حدیث میں بھی ہے کہ ہم جماعت انبیاء علیاتی بھائی ہیں۔ ہم سب کا دین ایک ہی ہے۔ پس صراطِ مستقیم اور دین پسندیدہ اللہ کی توحید اور رسولوں کی اتباع ہے اور جو اس کے خلاف ہو وہ ضلالت، جہالت، رائے خواہش اور بددینی ہے اور رسولؐ اس سے بیزار ہیں۔ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے وہی انہیں ان کے کثرت سے آگاہ کرے گا جیسے اور آیت میں ہے کہ مومنوں، یہودیوں، صابیوں اور نصرا نیوں میں مجوسیوں میں مشرکوں میں اللہ خود قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا اس کے بعد اپنے احسان، حکم اور عدل کا بیان فرماتا ہے۔

**مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْتَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ
فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ**

نیکی لانے والے کو دس گنا بدلہ ہے اور برائی لے کر آنے والا برابر برابر ہی بدلہ پائے گا اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا ○

نیکی کا دس گنا ثواب اور غلطی کی سزا برابر برابر: ☆ ☆ (آیت: ۱۶۰) ایک اور آیت میں مجملہ یہ آیا ہے کہ **فَلَهُ خَيْرٌ** منہا جو نیکی لائے اس کے لئے اس سے بہتر بدلہ ہے۔ اسی آیت کے مطابق بہت سی احادیث بھی وارد ہوئی ہیں۔ ایک میں ہے **تہار** راب عزوجل بہت بزرگیم ہے۔ نیکی کے صرف قصد پر نیکی کے کرنے کا ثواب عطا فرمادیتا ہے اور ایک نیکی کے کرنے پر دس سے ساٹھ تک بڑھا دیتا ہے

اور بھی بہت زیادہ اور بہت زیادہ - اور اگر برائی کا قصد ہوا پھر نہ کر سکا تو بھی نیکی ملتی ہے اور اگر اس برائی کو گزرنا تو ایک برائی ہی لکھی جاتی ہے اور بہت ممکن ہے کہ اللہ معاف ہی فرمادے اور بالکل ہی منادے - سچ تو یہ ہے کہ ہلاکت والے ہی اللہ کے ہاں ہلاک ہوتے ہیں - (بخاری، مسلم، نسائی وغیرہ)

ایک حدیث قدسی میں ہے نیکی کرنے والے کو دس گنا ثواب ہے اور پھر بھی میں زیادہ کر دیتا ہوں اور برائی کرنے والے کو اکہرا عذاب ہے اور میں معاف بھی کر دیتا ہوں - زمین بھر تک جو شخص خطائیں لے آئے اگر اس نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا تو میں اتنی ہی رحمت سے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں - جو میری طرف ہاشت بھڑ آئے میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور جو ہاتھ بھڑ آئے میں اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں اور جو میری طرف چلتا ہوا آئے میں اس کی طرف دوڑتا ہوا جاتا ہوں (مسلم، مسند وغیرہ) اس سے پہلے گزری ہوئی حدیث کی طرح ایک اور حدیث بھی ہے اس میں فرمایا ہے کہ برائی کا ارادہ کر کے پھر اسے چھوڑ دینے والے کو بھی نیکی ملتی ہے - اس سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کے درے چھوڑ دے چنانچہ بعض روایات میں تشریح آ بھی چکی ہے - دوسری صورت چھوڑ دینے کی یہ ہے کہ اسے یاد ہی نہ آئے - بھول بسر جائے تو اسے نہ ثواب ہے نہ عذاب کیونکہ اس نے اللہ سے ڈر کر نیک نیتی سے اسے ترک نہیں کیا - اور اگر بد نیتی سے اس نے کوشش بھی کی اسے پوری طرح کرنا بھی چاہا لیکن عاجز ہو گیا کہ نہ سکا موقع ہی نہ ملا اسباب ہی نہ بنے تھک کر بیٹھ گیا تو ایسے شخص کو اس برائی کے کرنے کے برابر ہی گناہ ہوتا ہے - چنانچہ حدیث میں ہے جب دو مسلمان تلواریں لے کر ایک دوسرے سے جنگ کریں تو جو مار ڈالے اور جو مار ڈالا جائے دونوں جہنمی ہیں لوگوں نے کہا مار ڈالنے والا تو خیر لیکن جو مار گیا وہ جہنم میں کیوں جائے گا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ بھی دوسرے کو مار ڈالنے کا آرزو مند تھا اور حدیث میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں نیکی کے محض ارادے پر نیکی لکھی جاتی ہے اور عمل میں لانے کے بعد دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں - برائی کے محض ارادے کو لکھا نہیں جاتا اگر عمل کر لے تو ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے اور اگر چھوڑ دے تو نیکی لکھی جاتی ہے -

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس نے گناہ کے کام کو میرے خوف سے ترک کر دیا - حضورؐ فرماتے ہیں لوگوں کی چار قسمیں ہیں اور اعمال کی چھ قسمیں ہیں - بعض لوگ تو وہ ہیں جنہیں دنیا اور آخرت میں وسعت اور کشادگی دی جاتی ہے - بعض وہ ہیں جن پر دنیا میں کشادگی ہوتی ہے اور آخرت میں تنگی - بعض وہ ہیں جن پر دنیا میں تنگی رہتی ہے اور آخرت میں کشادگی ملے گی - بعض وہ ہیں جو دونوں جہان میں بد بخت رہتے ہیں یہاں بھی وہاں بھی بے آبرو - اعمال کی چھ قسمیں تو ثواب واجب کر دینے والی ہیں - ایک برابر کا ایک دس گنا اور ایک سات سو گنا - واجب کر دینے والی دو چیزیں وہ ہیں جو شخص اسلام و ایمان پر مرنے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو اس کے لئے جنت واجب ہے - اور جو کفر پر مرنے اس کے لئے جہنم واجب ہے اور جو نیکی کا ارادہ کرے گوئی نہ ہو اسے ایک نیکی ملتی ہے اس لئے کہ اللہ جانتا ہے کہ اس کے دل نے اسے سمجھا اس کی حرص کی اور جو شخص برائی کا ارادہ کرے اس کے ذمہ گناہ نہیں لکھا جاتا اور جو گزرے اسے ایک ہی گناہ ہوتا ہے اور وہ بڑھتا نہیں ہے اور جو نیکی کا کام کرے اسے دس نیکیاں ملتی ہیں اور جو راہ اللہ عز و جل میں خرچ کرے اسے سات سو گنا ملتا ہے (ترمذی)

فرمان ہے کہ جہد میں آنے والے لوگ تین طرح کے ہیں - ایک وہ جو وہاں انگوڑا ہے اس کے حصے میں تو وہی انگوڑا ہے ایک دعا کرتا ہے - اسے اگر اللہ چاہے دے چاہے نہ دے - تیسرا وہ شخص ہے جو سکوت اور خاموشی کے ساتھ خطبے میں بیٹھتا ہے کسی مسلمان کی گردن پھلانگ کر مسجد میں آگے نہیں بڑھتا نہ کسی کو ایذا دیتا ہے اس کا جہد اگلے جہد تک گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے بلکہ اور تین دن تک کے گناہوں کا

بھی اس لئے کہ وعدہ الہی میں ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَثْمَالِهَا جو نیکی کرے اسے دس گنا اجر ملتا ہے۔

طبرانی میں ہے جمعہ جمعہ تک بلکہ اور تین دن تک کفارہ ہے اس لئے کہ اللہ کا فرمان ہے نیکی کرنے والے کو اس جیسی دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ فرماتے ہیں جو شخص ہر مہینے میں تین روزے رکھے اسے سال بھر کے روزوں کا یعنی تمام عمر سارا زمانہ روزے سے رہنے کا ثواب ملتا ہے۔ اس کی تصدیق کتاب اللہ میں موجود ہے کہ ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں کے برابر ہے۔ ایک دن کے روزے کا ثواب دس روزوں کا ملتا ہے (ترمذی) ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ اس آیت میں حسنہ سے مراد کلمہ تو حید اور سیر سے مراد شکر ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ ہے لیکن اس کی کوئی صحیح سند میری نظر سے نہیں گزری۔ اس آیت کی تفسیر میں اور بھی بہت سی احادیث اور آثار ہیں۔ لیکن ان شاء اللہ یہی کافی ہیں۔

قُلْ إِنِّي هَدَيْتُ رَبِّيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ دِينًا قِيمًا
مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۵﴾ قُلْ
إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۶﴾ لَا
شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿۷﴾

کہہ دے کہ مجھے تو میرے پروردگار نے سیدھی راہ کی ہدایت کر دی ہے یعنی سچے دین کی جو ابراہیم کا دین ہے جو شرک سے نیکو تھا اور مشرکوں میں نہ تھے ○ کہہ دے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ○ جس کا کوئی شریک نہیں مجھے اسی تو حید کا حکم فرمایا گیا ہے اور میں سب فرماں برداروں میں اول ہوں ○

بے وقوف وہی ہے جو دین حنیف سے منہ موڑ لے ☆ ☆ (آیت: ۱۶۱-۱۶۳) سید المرسلین ﷺ کو حکم ہوا ہے کہ آپ پر اللہ کی جو نعمت ہے اس کا اعلان کر دیں کہ اس رب نے آپ کو صراطِ مستقیم دکھادی ہے جس میں کوئی گئی یا کی نہیں وہ ثابت اور سالم سیدھی اور سہری راہ ہے ابراہیم حنیف کی ملت ہے جو مشرکوں میں نہ تھے۔ اس دین سے وہی ہٹ جاتا ہے جو شخص بے وقوف ہو۔ اور آیت میں ہے اللہ کی راہ میں پورا جہاد کرو۔ وہی اللہ ہے جس نے تمہیں برگزیدہ کیا اور کشادہ دین عطا فرمایا جو تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے سچے فرمانبردار تھے، مشرک نہ تھے اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے اللہ کے پسندیدہ تھے راہِ مستقیم کی ہدایت پائے ہوئے تھے۔ دنیا میں بھی ہم نے انہیں بھلائی دی تھی اور میدانِ قیامت میں بھی وہ نیک کار لوگوں میں ہوں گے۔ پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کر کہ وہ مشرکین میں نہ تھا یہ یاد رہے کہ حضور کو آپ کی ملت کی پیروی کا حکم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خلیل اللہ آپ سے افضل ہیں اس لئے کہ حضور کا قیام اس پر پورا ہوا اور یہ دین آپ ہی کے ہاتھوں کمال کو پہنچا۔ اسی لئے حدیث میں ہے کہ میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں اور تمام اولاد آدم کا علی الاطلاق سردار ہوں اور مقام محمود والا ہوں جس سے ساری مخلوق کو امید ہوگی یہاں تک کہ خلیل اللہ علیہ السلام کو بھی۔

ابن مردویہ میں ہے کہ حضور صبح کے وقت فرمایا کرتے تھے اصبحنا علی ملة الاسلام و كلمة الاخلاص و دین نبینا و ملة ابراهیم حنیفا و ما کان من المشرکین یعنی ہم نے ملت اسلامیہ پر کلمہ اخلاص پر ہمارے نبی کے دین پر اور ملت

ابراہیم حنیف پر صبح کی ہے جو شرک نہ تھے۔ حضور علیہ السلام سے سوال ہوا کہ سب سے زیادہ محبوب دین اللہ کے نزدیک کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جو یکسوئی اور آسانی والا ہے۔ مسند کی حدیث میں ہے کہ جس دن حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے کندھوں پر منہ رکھ کر جھپیلوں کے جنگلی کرتب ملاحظہ فرمائے تھے اس دن آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ اس لئے کہ یہودیہ جان لیں کہ ہمارے دین میں کشادگی ہے اور اس میں یکسوئی والا آسانی والا دین دے کر بھیجا گیا ہوں۔ اور حکم ہوتا ہے کہ آپ مشرکوں سے اپنا مخالف ہونا بھی بیان فرمادیں، وہ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہیں، دوسروں کے نام پر ذبیحہ کرتے ہیں۔ جبکہ میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں، اسی کے نام پر ذبیحہ کرتا ہوں چنانچہ بقرہ عید کے دن حضور نے جب دو مینڈے ذبح کئے تو انہی وجہت الخ کے بعد بھی آیت پڑھی۔ آپ ہی اس امت میں اول مسلم تھے اس لئے کہ یوں تو ہر نبی اور ان کی ماننے والی امت مسلم ہی تھی سب کی دعوت اسلام ہی کی تھی سب اللہ کی خالص عبادت کرتے رہے جیسے فرمان ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيْ اِلَيْهِ اَنْهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِيْ یعنی تجھ سے پہلے بھی جتنے رسول ہم نے بھیجے سب کی طرف وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تم سب میری ہی عبادت کرو۔ حضرت نوح علیہ السلام کا فرمان قرآن میں موجود ہے کہ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا میرا اجر تو میرے رب کے ذمہ ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں رہوں۔ اور آیت میں ہے وَمَنْ يَّرْغَبْ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ الخ ملت ابراہیمی سے وہی ہٹا ہے جس کی قسمت پھوٹ گئی ہو۔ وہ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کا بزرگیزہ تھا اور آخرت میں بھی صالح لوگوں میں سے ہے اسے جب اس کے رب نے فرمایا تو تابعدار بن جا اس نے جواب دیا کہ میں رب العالمین کا فرمانبردار ہوں۔ اس بات کی وصیت ابراہیم نے اپنے بچوں کو کی تھی اور یعقوب نے اپنی اولاد کو کہ اے میرے بچو اللہ نے تمہارے لئے دین کو پسند فرمایا ہے۔

پس تم اسلام ہی پر مرنے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی آخری دعا میں ہے یا اللہ تو نے مجھے ملک عطا فرمایا خواب کی تعبیر سکھائی آسمان وزمین کا ابتداء میں پیدا کرنے والا تو ہی ہے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا ولی ہے مجھے اسلام کی حالت میں فوت کرنا اور نیک کاروں میں ملا دینا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ میرے بھائی اگر تم ایماندار ہو اگر تم مسلم ہو تو تمہیں اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ سب نے جواب دیا کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل رکھا ہے اللہ! ہمیں ظالموں کے لئے فتنہ بنا اور ہمیں اپنی رحمت کے ساتھ ان کافروں سے بچالے۔ اور آیت میں فرمان باری ہے اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُورٌ الخ ہم نے تورات اتاری جس میں ہدایت و نور ہے جس کے مطابق وہ انبیاء حکم کرتے ہیں جو مسلم ہیں یہودیوں کو بھی اور ربانیوں کو بھی اور احبار کو بھی۔ اور فرمان ہے وَاِذَا وُحِيْتُ اِلٰی الْحَوَارِيْنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ اٰمِنُوْا بِیْ الخ میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ سب نے کہا ہم نے ایمان قبول کیا ہمارے مسلمان ہونے پر تم گواہ رہو۔ یہ آیات صاف بتا رہی ہیں کہ اللہ نے اپنے نبیوں کو اسلام کے ساتھ ہی بھیجا ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ اپنی اپنی مخصوص شریعتوں کے ساتھ مختص تھے۔ احکام کا ادل بدل ہوتا رہتا تھا یہاں تک کہ حضور کے دین کے ساتھ پہلے کے تمام دین منسوخ ہو گئے اور نہ منسوخ ہونے والا نہ بدلنے والا ہمیشہ رہنے والا دین اسلام آپ کو ملا جس پر ایک جماعت قیامت تک قائم رہے گی اور اس پاک دین کا جھنڈا قیامت تک لہراتا رہے گا۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت علاقائی بھائی ہیں ہم سب کا دین ایک ہی ہے۔ بھائیوں کی ایک قسم تو علاقائی ہے جن کا باپ ایک ہوں انہیں الگ الگ ہوں۔ ایک قسم اخلاقی جن کی ماں ایک ہو اور باپ جدا گانہ ہوں۔ اور ایک یعنی بھائی ہیں جن کا باپ بھی

ایک ہوا اور ماں بھی ایک ہو۔ پس تمام انبیاء کا دین ایک ہے یعنی اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت اور شریعت مختلف ہیں بہ اعتبار احکام کے اس لئے انہیں علاقائی بھائی فرمایا۔ آنحضرت ﷺ کی تکمیل اولیٰ کے بعد نماز میں اِنِّیْ وَجْہُہٗ اور یہ آیت پڑھ کر پھر یہ پڑھتے اللھم انت الملک لا الہ الا انت انت ربی وانا عبدک ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفر لی ذنوبی جمیعاً لا یغفر الذنوب الا انت واهدنی لاحسن الاخلاق لا یہدی لاحسنها الا انت واصرف عنی سیئھا لا یصرف عنی سیئھا الا انت تبارکت وتعالیت استغفرک واتوب الیک یہ حدیث لمبی ہے۔ اس کے بعد راوی نے رکوع وجمہ اور تشہد کی دعاؤں کا ذکر کیا ہے۔ (مسلم)

قُلْ اَغَيِّرَ اللّٰهُ اَبْغٰی رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا تَكْسِبُ
کُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی ثُمَّ اِلٰی
رَبِّکُمْ مَّرْجِعُکُمْ فَيُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵﴾

کہہ دیجئے کہ کیا میں اللہ کے سوا کوئی دوسرا رب تلاش کروں حالانکہ تمام چیزوں کا رب تو وہی ہے مگر بڑے کام کرنے والے پر اس کا جو جو ہے کوئی بوجھ والا دوسرے کا بوجھ اپنے اوپر نہ لادے گا پھر تم سب کا لوگوں تمہارے رب کی طرف ہی ہے پھر تمہارے تمام اختلافات کی خبر وہی تمہیں دیگا ○

جھوٹے معبود غلط سہارے ☆ ☆ (آیت ۱۶۳) کافروں کو نہ تو غلط عبادت نصیب ہے نہ سچا توکل رب میسر ہے ان سے کہہ دے کہ کیا میں بھی تمہاری طرح اپنے اور سب کے سچے معبود کو چھوڑ کر جھوٹے معبود بنالوں؟ میری پرورش کرنے والا حفاظت کرنے والا مجھے بچانے والا میرے کام بنانے والا میری بگڑی کو سنوارنے والا تو اللہ ہی ہے پھر میں دوسرے کا سہارا کیوں لوں؟ مالک و خالق کو چھوڑ کر بے بس اور محتاج کے پاس کیوں جاؤں؟ گویا اس آیت میں توکل علی اللہ اور عبادت رب کا حکم ہوتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں عموماً ایک ساتھ بیان ہوا کرتی ہیں جیسے اِيَّاكَ نَعْبُدُوْا اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اور فَاَعْبُدُوْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِمْ اور قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اَمْنٰبِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا میں اور رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَتَعْبُدُوْهُ وَكَيْلًا میں اور دوسری آیات میں بھی۔

پھر قیامت کے دن کی خبر دیتا ہے کہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ عدل و انصاف سے ملے گا۔ نیکوں کو نیک بدلہ بدوں کو بد ایک کے گناہ دوسرے پر نہیں لادے جائیں گے کوئی قرا بقتار دوسرے کے عوض پکڑا نہ جائے گا اس دن ظلم بالکل ہی نہ ہوگا نہ کسی کے گناہ بڑھائے جائیں گے نہ کسی کی نیکی گھٹائی جائے گی۔ اپنی اپنی کرنی اپنی اپنی بھرنی ہاں جن کے دائیں ہاتھ میں اعمال ناے ملے ہیں ان کے نیک اعمال کی برکت ان کی اولاد کو بھی پہنچے گی۔ جیسے فرمان ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اِلٰی نَحْنُ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ان کے ایمان میں ان کی تابعداری کی ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے بلند درجوں میں پہنچا دیں گے گوان کے اعمال اس درجے کے نہ ہوں لیکن چونکہ ان کی ایمان میں شرکت ہے اس لئے درجات میں بھی بڑھا دیں گے اور یہ درجے ماں باپ کے درجے گھٹا کرنے بڑھانے کے بلکہ یہ اللہ کا فضل و کرم ہوگا۔ ہاں بڑے لوگ اپنے بد اعمال کے جھگڑے میں گھرے ہوں گے۔ تم بھی عمل کئے جا رہے ہو ہم بھی کئے جا رہے ہیں اللہ کے ہاں سب کو جانا ہے وہاں اعمال کا حساب ہوتا ہے پھر معلوم ہو جائے گا کہ اس اختلاف میں حق اور رضائے رب مرضی موئی کس کے ساتھ تھی؟ ہمارے اعمال سے تم اور تمہارے اعمال سے ہم اللہ کے ہاں پوچھتے نہ جائیں گے۔ قیامت کے دن اللہ کے ہاں

چے فیصلے ہوں گے اور وہ عالم اللہ ہمارے درمیان چے فیصلے فرما دے گا۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْخَلِيفَةَ فِي الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ
دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ
وَأَنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ

اسی نے تمہیں زمین میں نائب بنایا ہے اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں فضیلت دی ہے تاکہ اس نے تمہیں جو کچھ دے رکھا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے بیشک تیرا رب جلد سزا دینے والا بھی ہے اور یقیناً وہ بہت ہی بخشش مہربانی کرنے والا بھی ہے ○

اللہ کی رحمت اللہ کے غضب پر غالب ہے: ☆ ☆ (آیت: ۱۶۵) اس اللہ نے تمہیں زمین کا آباؤ کرنے والا بنایا ہے۔ وہ تمہیں یکے بعد دیگرے پیدا کرتا رہتا ہے ایسا نہیں کیا کہ زمین پر فرشتے بیٹے ہوں۔ فرمان ہے عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُهْلِكَ عَذَابُكُمْ ”ممکن ہے تمہارا رب تمہارے دشمن کو عارت کر دے اور تمہیں زمین میں خلیفہ بنا کر آزمائے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو؟“ اس نے تمہارے درمیان مختلف طبقات بنائے، کوئی امیر ہے، کوئی غریب ہے، کوئی خوش خو ہے، کوئی بد اخلاق ہے، کوئی خوبصورت ہے، کوئی بد صورت ہے، یہ بھی اس کی حکمت ہے اسی نے روزیاں تقسیم کی ہیں ایک کو ایک کے ماتحت کر دیا ہے۔ فرمان ہے أَنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمُ الْآخَرَ دیکھ لے کہ ہم نے ان میں سے ایک کو ایک پر کیسے فضیلت دی ہے؟ اس سے منشاء یہ ہے کہ آزمائش و امتحان ہو جائے۔ امیر آدمیوں کا شکر، فقیروں کا صبر معلوم ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دنیا مٹیشی اور سبز رنگ ہے اللہ تمہیں اس میں خلیفہ بنا کر دیکھ رہا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو؟ پس تمہیں دنیا سے ہوشیار رہنا چاہئے اور عورتوں کے بارے میں بہت احتیاط سے رہنا چاہئے، خواہ اس میں کا پہلا فتیہ عورتیں ہی تھیں۔ اس سورت کی آخری آیت میں اپنے دونوں وصف بیان فرمائے۔ عذاب کا بھی ثواب کا بھی پکار کا بھی اور بخشش کا بھی اپنے نافرمانوں پر ناراضگی کا اور اپنے فرمانبرداروں پر رضامندی کا۔ عموماً قرآن کریم میں یہ دونوں صفتیں ایک ساتھ ہی بیان فرمائی جاتی ہیں۔

جیسے فرمان ہے وَإِنَّ رَبَّكَ لَلْغَفُورُ لَلَّذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ اور آیت میں ہے نَبِئُ عِبَادِيَ أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ یعنی تیرا رب اپنے بندوں کے گناہ بخشنے والا بھی ہے اور وہ سخت اور دردناک عذاب دینے والا بھی ہے۔ پس ان آیات میں رغبت و درمہت دونوں ہیں اپنے فضل کا اور جنت کا لا بھی لکھی دیتا ہے اور آگ کے عذاب سے دھمکا تا بھی ہے۔ کبھی کبھی ان دونوں وصفوں کو الگ الگ بیان فرماتا ہے تاکہ عذابوں سے بچنے اور نعمتوں کے حاصل کرنے کا خیال پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے احکام کی پابندی اور اپنی ناراضگی کے کاموں سے نفرت نصیب فرمائے اور ہمیں کامل یقین عطا فرمائے کہ ہم اس کے کلام پر ایمان و یقین رکھیں وہ قریب و مجیب ہے وہ دعاؤں کا سننے والا ہے وہ جواد کریم اور وہاب ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اگر مومن صحیح طور پر اللہ کے عذاب سے واقف ہو جائے تو اپنے گناہوں کی وجہ سے جنت کے حصول کی آس ہی نہ رہے اور اگر کافر اللہ کی رحمت سے کماحقہ واقف ہو جائے تو کسی کو کبھی جنت سے مایوسی نہ ہو۔ اللہ نے سورتیں بنائی ہیں جن میں سے صرف ایک بندوں کے درمیان رکھی ہے اسی سے ایک دوسرے پر رحم و کرم کرتے ہیں۔ باقی ننانوے تو صرف اللہ ہی کے پاس ہیں یہ حدیث ترمذی اور

مسلم شریف میں بھی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی پیدائش کے وقت ایک کتاب لکھی جو عرش پر اس کے پاس ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سوجھے کئے جن میں سے ایک کم ایک سو تو اپنے پاس رکھے اور ایک حصہ زمین پر نازل فرمایا اسی ایک حصے میں مخلوق کو ایک دوسرے پر شفقت و کرم ہے یہاں تک کہ جانور بھی اپنے بچے کے جسم سے اپنا پاؤں رحم کھا کر اٹھا لیتا ہے کہ کہیں اسے تکلیف نہ ہو۔
الحمد للہ سورۃ انعام کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الاعراف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْمَصَّ ۚ كَتَبَ أَنْزَلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ
حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنذِرَ بِهِ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۚ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ
إِلَيْكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۚ قَلِيلًا مَّا
تَذَكَّرُونَ ۚ

اللہ رحم کرنے والے مہربانی کرنے والے کے نام سے شروع

یہ ہے وہ کتاب جو تیری طرف نازل فرمائی گئی ہے پس اس کی تبلیغ سے تیرے سینے میں کوئی تنگی نہ ہونی چاہئے اس لئے اتاری گئی ہے کہ اس کے ساتھ تو لوگوں کو چوکنا کر دے اور ایمان والوں کے لئے نصیحت ہو جائے ○ اسی کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے اتارا گیا ہے اس کے سوائے اور پیروی کی تابعداری میں نہ لگ جانا تم تو بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو ○

(آیت: ۱-۳) اس سورت کی ابتداء میں جو حروف ہیں ان کے متعلق جو کچھ بیان ہمیں کرنا تھا اسے تفصیل کے ساتھ سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں مع اختلاف علماء کے ہم لکھ آئے ہیں۔ ابن عباسؓ سے اس کے معنی میں مروی ہے کہ ”اس سے مراد انا اللہ افضل ہے یعنی میں اللہ ہوں میں تفصیل وار بیان فرما رہا ہوں۔“

سعید بن جبیرؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ یہ کتاب قرآن کریم تیری جانب تیرے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اس میں کوئی شک نہ کرنا، شک دل نہ ہونا اس کے پہچانے میں کسی سے نہ ڈرنا، نہ کسی کا لحاظ کرنا، بلکہ سابقہ اولوالعزم پیغمبروں کی طرح صبر و استقامت کے ساتھ کلام اللہ کی تبلیغ مخلوق الہی میں کرنا اس کا نزول اس لئے ہوا ہے کہ تو کافروں کو ڈرا کر ہوشیار اور چوکنا کر دے یہ قرآن مومنوں کے لئے نصیحت و عبرت و عطا اور نصیحت ہے۔ اس کے بعد تمام دنیا کو حکم ہوتا ہے کہ ”اس نبی امی کی پوری پیروی کرو اس کے قدم بہ قدم چلو یہ تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہے“ کلام اللہ تمہارے پاس لایا ہے۔ وہ اللہ تم سب کا خالق مالک ہے اور تمام جان داروں کا رب ہے۔ خبردار ہرگز ہرگز نبی سے ہٹ کر دوسرے کی تابعداری نہ کرنا ورنہ حکم عدولی پر مڑا لے گی، افسوس تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔“ جیسے فرمان ہے کہ ”گوتم چاہو لیکن اکثر لوگ اپنی بے ایمانی پر اڑے ہی رہیں گے۔“ اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ ارشاد

فرماتے ہیں وَإِنْ تُطِيعْ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ یعنی ”اگر تو انسانوں کی کثرت کی طرف جھک جائے گا تو وہ تجھے بہکا کر ہی چین لیں گے۔“ سورۃ یوسف میں فرمان ہے ”اکثر لوگ اللہ کو مانتے ہوئے بھی شرک سے باز نہیں رہتے۔“

وَكَمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا أَوْ هُمْ قَائِلُونَ ﴿٦﴾
فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا إِلَّا أَنْ قَالُوا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٧﴾ فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ
وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ﴿٨﴾ فَلَنَقْصِّنَ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا
غَافِلِينَ ﴿٩﴾

بہت سی وہ بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا ان کے پاس ہمارا عذاب یا تورات کے وقت آ گیا یا اس حالت میں کہ وہ دوپہر کے آرام میں تھے ○ پس جب ان کے پاس ہمارا عذاب آ گیا تو انہیں یہ کہتے ہیں پڑی کہ بیشک ہم ہی نا انصاف تھے ○ پھر یقیناً ہم ان لوگوں سے ہی سوال کریں گے جنکے پاس رسول بھیجے گئے اور خود رسولوں سے بھی ○ پھر ہم ان کے سب کے سامنے اپنے علم سے سب کچھ بیان کر دیں گے اور ہم غائب تو تھے ہی نہیں ○

سابقہ باغیوں کی بستیوں کے کھنڈرات باعث عبرت ہیں: ☆ ☆ (آیت ۳-۷) ان لوگوں کو جو ہمارے رسولوں کی مخالفت کرتے تھے، انہیں جھٹلاتے تھے، تم سے پہلے ہم ہلاک کر چکے ہیں دنیا اور آخرت کی ذلت ان پر برس پڑی۔ جیسے فرمان ہے ”تجھ سے اگلے رسولوں سے بھی مذاق کیا گیا“ لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ مذاق کرنے والوں کے مذاق نے انہیں تہہ بالا کر دیا۔ ایک اور آیت میں ہے۔ ”بہت سی ظالم بستیوں کو ہم نے غارت کر دیا جواب تک الٹی پڑی ہیں“ اور جگہ ارشاد ہے بہت سے اتراتے ہوئے لوگوں کے شہر ہم نے ویران کر دیئے دیکھ لو کہ اب تک ان کے کھنڈرات تمہارے سامنے ہیں جو بہت کم آباد ہوئے حقیقتاً وارث و مالک ہم ہی ہیں ایسے ظالموں کے پاس ہمارے عذاب اچانک آ گئے اور وہ اپنی غفلتوں اور عیاشیوں میں مشغول تھے، کہیں دن کو دوپہر کے آرام کے وقت، کہیں رات کے سونے کے وقت۔ چنانچہ ایک آیت میں ہے أَوَإِمْنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ أَوَإِمْنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يُلْعَبُونَ یعنی لوگ اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان کے سوتے ہوئے راتوں رات اچانک ہمارا عذاب آ جائے یا انہیں ڈرنے کیوں دیکھاڑے دوپہر کو ان کے آرام کے وقت ان پر ہمارے عذاب آ جائیں؟ اور آیت میں ہے کہ دیکھو کہ ہماری نافرمانیاں کرنے والے اس بات سے غرور ہو گئے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں وحشا دے؟ یا ان کے پاس عذاب الہی اس طرح آ جائے کہ انہیں پتہ بھی نہ چلے یا اللہ انہیں ان کی بے خبری میں آرام کی گھڑیوں میں ہی پکڑ لے، کوئی نہیں جو اللہ کو عاجز کر سکے، تو رب کی رحمت و رأفت ہے کہ جو گنہگار زمین پر چلتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے آ جانے کے بعد تو یہ خود اپنی زبانوں سے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیں گے لیکن اس وقت کیا نفع؟ اسی مضمون کو آیت وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ بَيَانَ فَرَمَايَا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ بندوں کے عذر ختم نہیں کر دیتا انہیں عذاب نہیں کرتا۔ عبد الملک سے جب یہ حدیث ان کے شاگردوں نے سنی تو در یافت کیا کہ اس کی صورت کیا ہے؟ تو آپ نے یہ آیت فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ پڑھ کر سنائی۔ پھر فرمایا امتوں سے بھی ان کے رسولوں سے بھی یعنی سب سے قیامت کے دن سوال ہوگا۔ جیسے فرمان ہے وَيَوْمَ نَبْدِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ یعنی اس دن ندا کی جائے گی اور دریافت کیا جائے گا کہ تم

نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟ اس آیت میں امتوں سے سوال کیا جاتا بیان کیا گیا ہے۔ اور آیت میں ہے یَوْمَ یَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذًا أُجِبْتُمْ الخ رسولوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جمع کرے گا اور ان سے پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب ملا؟ وہ کہیں گے ہمیں کوئی علم نہیں غیب کا جاننے والا تو بے شک تو ہی ہے۔ پس امت سے رسولوں کی قبولیت کی بابت اور رسولوں سے تبلیغ کی بابت قیامت کے دن سوال ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک با اختیار ہے اور اپنے زیر اختیار لوگوں کی بابت اس سے سوال کیا جائے والا ہے بادشاہ سے اس کی رعایا کا ہر آدمی سے اس کے اہل و عیال کا ہر عورت سے اس کے خاوند گھر کا ہر غلام سے اس کے آقا کے مال کا سوال ہوگا۔ راوی حدیث حضرت طاؤسؓ نے اس حدیث کو بیان فرمایا پھر آیت کی تلاوت کی۔ اس زیادتی کے بغیر یہ حدیث بخاری و مسلم کی نکالی ہوئی بھی ہے اور زیادتی ابن مردویہ نے نقل کی ہے۔ قیامت کے دن اعمال نامے رکھے جائیں گے اور سارے اعمال ظاہر ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے اعمال کی خبر دے گا، کسی کے عمل کے وقت اللہ غائب نہ تھا ہر ایک چھوٹے بڑے چھپے کھلے عمل کی اللہ کی طرف سے خبر دی جائے گی اللہ ہر شخص کے اعمال سے باخبر ہے۔ اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں نہ وہ کسی چیز سے غافل ہے۔ آنکھوں کی خیانت، سینوں کی چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا ہے ہر پتے کے چمڑے کا اسے علم ہے زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ ہوتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے تر اور خشک چیز اس کے پاس کھلی کتاب میں موجود ہے۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا
أَنفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ۝

اس دن عدل و انصاف کے ساتھ اعمال کا تول ہونا ہی ہے جن کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہو گیا وہ چھٹکار پانے والے ہیں ○ اور جن کی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہو گیا ہمیں دلوگ ہیں جنہوں نے اپنا نقصان آپ کیا کیونکہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے ○

میزان اور اعمال کا دین ☆ ☆ (آیت: ۸-۹) قیامت کے دن نیکی بڑی انصاف و عدل کے ساتھ تولی جائے گی اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ جیسے فرمان ہے وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ اِنَّ الْقِيَامَةَ اِنَّ قِيَامَتِ کے دن ہم عدل کی ترازو رکھیں گے کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے میں کافی ہیں۔ اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا وہ نیکی کو بڑھاتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔ ”سورۃ القارعہ میں فرمایا جس کا نیکیوں کا پلہ بھاری ہو گیا اسے عیش و نشاط کی زندگی ملی اور جس کا نیکیوں کا پلہ ہلکا ہو گیا اس کا ٹھکانہ ہاوی ہے جو بھڑکتی ہوئی آگ کے خزانے کا نام ہے۔

اور آیت میں ہے فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُوْنَ یعنی جب نوحہ پھونک دیا جائے گا تو سارے رشتے ناتے اور نسب حسب و نسب ٹوٹ جائیں گے کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا اگر تول میں نیک اعمال بڑھ گئے تو فلاح پائی ورنہ خسارے کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔

فصل: کوئی تو کہتا ہے کہ خود اعمال تولے جائیں گے۔ کوئی کہتا ہے نامہ اعمال تولے جائیں گے۔ کوئی کہتا ہے خود عمل کرنے والے تولے جائیں گے۔ کبھی نامہ اعمال کبھی خود اعمال تولے والے واللہ اعلم۔ ان تینوں باتوں کی دلیلیں بھی موجود ہیں۔ پہلے قول کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کو ایک بے جسم چیز ہیں لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں جسم عطا فرمائے گا جیسے کہ حدیث میں ہے۔ سورۃ بقرہ اور سورۃ آل

عمران قیامت کے دن دوسا نبالوں کی یا دودلوں کی یا پر پھیلائے ہوئے پرندوں کے دو جھنڈ کی صورت میں آئیں گی۔ اور حدیث میں ہے کہ قرآن اپنے قاری اور عامل کے پاس ایک نوجوان خوش شکل، نورانی چہرے والے کی صورت میں آئے گا۔ یہ اسے دیکھ کر پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ یہ کہے گا میں قرآن ہوں اور جو تجھے راتوں کو سونے نہیں دیتا تھا اور دن میں پانی پینے سے روکتا تھا۔ حضرت براءؓ والی حدیث میں جس میں قبر کے سوال جواب کا ذکر ہے اس میں یہ بھی فرمان ہے کہ مومن کے پاس ایک نوجوان خوبصورت خوشبودار آئے گا۔ یہ اس سے پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ وہ جواب دے گا کہ میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اور کافر و منافق کے پاس اس کے برخلاف شخص کے آنے کا بیان ہے یہ تو حش پیلے قول کی دلیلیں۔ دوسرے قول کی دلیلیں یہ ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص کے سامنے اس کے گناہوں کے ننانوے (۹۹) دفتر پھیلائے جائیں گے جس میں سے ہر ایک اتنا بڑا ہوگا جتنی دھڑکی نظر پہنچے پھر ایک پرچہ نیکی کا لایا جائے گا جس پر لا الہ الا اللہ ہوگا یہ کہے گا یا اللہ یہ اتنا سا پرچہ ان دفتروں کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اس سے بے ضررہ کہ تجھ پر ظلم کیا جائے۔ اب وہ پرچہ ان دفتروں کے مقابلے میں نیکی کے پلڑے میں رکھا جائے گا تو وہ سب دفتر اونچے ہو جائیں گے اور یہ سب سے زیادہ وزن دار اور بھاری ہو جائیں گے (ترمذی) تیسرا قول بھی دلیل رکھتا ہے۔ حدیث میں ہے ایک بہت موٹا تازہ گنہگار انسان اللہ کے سامنے لایا جائے گا لیکن ایک مجھڑے پر کے برابر بھی وزن اللہ کے پاس اس کا نہ ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی فَلَا تَقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَزْنًا ہم قیامت کے دن ان کے لئے کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تعریف میں جو احادیث ہیں ان میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ان کی پتلی پنڈلیوں پہ نہ جانا اللہ کی قسم اللہ کے نزدیک یہ احد پہاڑ سے بھی زیادہ وزن دار ہے۔

وَلَقَدْ مَكَنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشٌ قَلِيلًا
مَا تَشْكُرُونَ ﴿۱۰﴾

ہم نے تمہیں زمین میں رہنے کا ٹھکانا بھی دیا اور وہیں تمہاری زندگی کے اسباب بھی مہیا کر دیئے لیکن تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو

اللہ تعالیٰ کے احسانات: ☆☆ (آیت ۱۰) اللہ تعالیٰ اپنا احسان بیان فرما رہا ہے کہ اس نے زمین اپنے بندوں کے رہنے سہنے کے لئے بنائی اس میں مضبوط پہاڑ گاڑ دیئے کہ طے جلے نہیں اس میں چشمے جاری کئے اس میں منزلیں اور گھر بنانے کی طاقت انسان کو عطا فرمائی اور بہت سی نفع کی چیزیں اس لئے پیدا کر فرمائیں اور مقرر کر کے اس میں سے پانی برسا کر ان کے لئے کھیت اور باغات پیدا کئے۔ تلاش معاش کے وسائل مہیا فرمائے تجارت اور کمائی کے طریقے سکھا دیئے باوجود اس کے اکثر لوگ پوری شکر گزاری نہیں کرتے ایک آیت میں فرمان ہے وَإِنْ تَعْلُوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ یعنی اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنتے بیچو تو یہ بھی تمہارے بس کی بات نہیں لیکن انسان بڑا ہی ناانصاف اور ناشکرا ہے۔ معاش تو جمہور کی قرات ہے لیکن عبدالرحمن بن ہر مزاعرج معاش پڑھتے ہیں اور ٹھیک دہی ہے جس پر اکثریت ہے اس لئے کہ معاش جمع ہے معیشتہ کی اس کا باب عاش یعیش عیشا ہے معیشتہ کی اصل معیشتہ ہے۔ کسرہ ثقیل تھاقٹل کر کے ماقبل کو یا معیشتہ ہو گیا لیکن جمع کے وقت پھر کسرہ پر آ گیا کیونکہ اب ثقل نہ رہا۔ پس مفاعیل کے وزن پر معاش ہو گیا کیونکہ اس کلمہ میں ”یا“ اصلی ہے۔ بخلاف مدائن صحائف اور بصائر کے جو مدینہ صحیفہ اور بصیرہ کی جمع ہے۔ باب مدن محف اور البصر سے ان میں چونکہ ”یا“ زائد ہے اس لئے ہمزہ دی جاتی ہے اور مفاعل کے وزن پر جمع آتی ہے۔ واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا
لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ﴿۵﴾

ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہاری صورتیں بنائیں، پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے سامنے سجدہ کریں چنانچہ سوائے ابلیس کے سب نے کیا وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا ○

ابلیس آدم (علیہ السلام) اور نسل آدم: ☆ ☆ (آیت: ۱۱) اللہ تعالیٰ انسان کے شرف کو اس طرح بیان فرماتا ہے کہ تمہارے باپ آدم کو میں نے خود ہی بنایا اور ابلیس کی عداوت کو بیان فرما رہا ہے کہ اس نے تمہارے باپ آدم کا حسد کیا ہمارے فرمان سے سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر اس نے نافرمانی کی پس تمہیں چاہئے کہ دشمن کو دشمن سمجھو اس کے داؤ پیچ سے ہوشیار رہو۔ اسی واقعہ کا ذکر آیت وَاقْضِ لَكَ رَبُّكَ لِلْمَلَأِكَةِ إِنِّي خَالِئٌ بِشَرِّ مَا فِي بَيْتِهِ سے ہوتا ہے۔ حضرت آدم کو پردہ گار نے اپنے ہاتھ سے مٹی سے بنایا، انسانی صورت عطا فرمائی، پھر اپنے پاس سے اس میں روح پھونکی، پھر اپنی شان کی جلالت منوانے کے لئے فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کے سامنے جھک جاؤ، سب نے سنتے ہی اطاعت کی لیکن ابلیس نے مانا، اس واقعہ کو سورۃ بقرہ کی تفسیر میں ہم خلاصہ وار لکھ آئے ہیں۔ اس آیت کا بھی یہی مطلب ہے اور اسی کو امام بن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پسند فرمایا ہے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انسان اپنے باپ کی پیٹھ میں پیدا کیا جاتا ہے اور اپنی ماں کے پیٹ میں صورت دیا جاتا ہے اور بعض سلف نے بھی لکھا ہے کہ اس آیت میں مرد اور اولاد آدم ہے۔ ضحاک کا قول ہے کہ آدم کو پیدا کیا، پھر اس کی اولاد کی صورت بنائی، لیکن یہ سب اقوال غور طلب ہیں، کیونکہ آیت میں اس کے بعد ہی فرشتوں کے سجدے کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ سجدہ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ہی ہوا تھا، جمع کے صیغہ سے اس کا بیان اس لئے ہوا کہ حضرت آدم تمام انسانوں کے باپ ہیں آیت وَظَلَلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ الخ اس کی تفسیر ہے۔ یہاں خطاب ان بنی اسرائیل سے ہے جو حضور کے زمانے میں موجود تھے اور دراصل ابراہیم کا سایہ ان کے سابقہ لوگوں پر ہوا تھا جو حضرت موسیٰ کے زمانے میں تھے نہ کہ ان پر، لیکن چونکہ ان کے اکابر پر سایہ کرنا ایسا احسان تھا کہ ان کو بھی اس کا شکر گزار ہونا چاہئے تھا اس لئے انہی کو خطاب کر کے اپنی وہ نعمت یاد دلائی۔ یہاں یہ بات واضح ہے اس کے بالکل برعکس آیت وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ الخ ہے کہ مرد آدم ہیں کیونکہ صرف وہی مٹی سے بنائے گئے ان کی کل اولاد نطفے سے پیدا ہوئی اور یہی صحیح ہے کیونکہ مرد و نطفہ انسان ہے نہ کہ عین۔ واللہ اعلم۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ آلَا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ
خَلَقْتَنِي مِنْ تَرَابٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ﴿۵﴾

جناب باری نے فرمایا کہ تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا؟ جبکہ تجھے میرا حکم ہو چکا تھا اس نے جواب دیا میں اس میں افضل ہوں مجھے تو نے آگ سے بنایا ہے

○ اور اے مٹی سے

عذر گناہ بدر از گناہ: ☆ ☆ (آیت: ۱۲) اَلَا تَسْجُدُ میں لا بقول بعض نحو یوں کے زائد ہے اور بعض کے نزدیک انکار کی تاکید کے لئے ہے۔ جیسے کہ شاعر کے قول ما ان رايت ولا سمعت بمثلہ میں ”ما“ تانیہ پر ”ان“ نفی کے لئے صرف تاکید داخل ہوا ہے۔ اسی

طرح یہاں بھی ہے کہ پہلے لَمْ یَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ہے پھر مَا مَنَعَكَ الْاِتْسَاعُ ہے۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں اقوال کو بیان کر کے انہیں رد کرتے ہیں اور فرماتے ہیں منع ایک دوسرے فعل مقدر کا متضمن ہے تو تقدیر عبارت یوں ہوئی مَا اَحْوَجُكَ وَالْزَمَكَ واضطرک الا تسجد اذا مرتک یعنی تجھے کس چیز نے پس محتاج اور ملزم کر دیا ہے کہ توجہ نہ کرے؟ وغیرہ یہ قول بہت ہی قوی ہے اور بہت عمدہ ہے۔ واللہ اعلم۔ ابلیس نے جو وجہ بتائی، سچ تو یہ ہے کہ وہ عذر گناہ بدتر از گناہ کی صداقت ہے۔ گو یادہ اطاعت سے اس لئے باز رہتا ہے کہ اس کے نزدیک فاضل کو مفصل کے سامنے سجدہ کئے جانے کا حکم ہی نہیں دیا جاسکتا، تو وہ ملعون کہہ رہا ہے کہ میں اس سے بہتر ہوں، پھر مجھے اس کے سامنے جھکنے کا حکم کیوں ہو رہا ہے؟ پھر اپنے بہتر ہونے کے ثبوت میں کہتا ہے کہ میں آگ سے بنایا مٹی سے ملعون اصل عنصر کو دیکھتا ہے اور اس فضیلت کو بھول جاتا ہے کہ مٹی والے کو اللہ عز و جل نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور اپنی روح پھونکی ہے پس اس وجہ سے کہ اس نے فرمان الہی کے مقابلے میں قیاس فاسد سے کام لیا اور سجدے سے رک گیا، اللہ کی رحمتوں سے دور کر دیا گیا اور تمام نعمتوں سے محروم ہو گیا۔ اس ملعون نے اپنے قیاس اور اپنے دعوے میں بھی خطا کی۔ مٹی کے اوصاف ہیں نرم ہونا، حامل مشقت ہونا، دوسروں کا بوجھ سہارنا، چیزوں کو اگانا، بڑھانا، پرورش کرنا، اصلاح کرنا وغیرہ اور آگ کی صفت ہے جلدی کرنا، جلا دینا، بے چینی پھیلانا، پھونک دینا، اسی وجہ سے ابلیس اپنے گناہ پراڑ گیا اور حضرت آدمؑ نے اپنے گناہ کی معذرت کی اس سے توبہ کی اور اللہ کی طرف رجوع کیا، رب کے احکام کو تسلیم کیا، اپنے گناہ کا اقرار کیا، رب سے معافی چاہی، بخشش کے طالب ہونے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں، ابلیس آگ کے شعلے سے اور انسان اس چیز سے جو تمہارے سامنے بیان کر دی گئی ہے، یعنی مٹی سے (مسلم) ایک اور روایت میں ہے فرشتے نور عرش سے جنات آگ سے۔ ایک غیر صحیح حدیث میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ حور عین زعفران سے بنائی گئی ہیں۔ امام حسنؒ فرماتے ہیں، ابلیس نے یہ کام کیا اور یہی پہلا شخص ہے جس نے قیاس کا دروازہ کھولا، اس کی اسناد صحیح ہے۔ حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں سب سے پہلے قیاس کرنے والا ابلیس ہے یا در کھوسورج چاند کی پرستش اسی کی بدولت شروع ہوئی ہے اور اس کی اسناد بھی صحیح ہے۔

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ
إِنَّكَ مِنَ الصَّغِيرِينَ ۝ قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ۝
قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ۝ قَالَ فِيمَا أُغْوَيْتَنِي لَا قُعْدَنَ لَهُمْ
صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ ثُمَّ لَا تَبْتِغُهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ
خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ
شَاكِرِينَ ۝

اس پر اللہ نے فرمایا، تو جنت سے اتر جا، تیری اتنی جتنی نہیں کہ تو یہاں ٹھنی خوری کرے، جا نکل تو بڑے ہی ذلیلوں میں سے ہے ○ کہنے لگے مجھے دوبارہ کھڑا کئے جانے کے دن تک کی مہلت عطا فرما ○ جواب ملا کہ ہاں ہاں تو مہلت دینے گئے ہوں میں سے ہے ○ شیطان کہنے لگا چونکہ تو نے مجھے بے راہ کر دیا ہے اب میں تیری سیدھی راہ پر نہیں بھگانے کے لئے بیٹھ جاؤں گا ○ اور ان کے پاس ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے آتا

رہوں گا تو ان میں سے اکثروں کا اپنا شکر گزار نہ پائے گا ○

نافرمانی کی سزا: ☆ ☆ (آیت: ۱۳-۱۵) ابلیس کو اسی وقت حکم ملا کہ ”میری نافرمانی اور میری اطاعت سے رکنے کے باعث اب تو یہاں جنت میں نہیں رہ سکتا“ یہاں سے اتر جا کیونکہ یہ جگہ تکبر کرنے کی نہیں۔“ بعض نے کہا ہے فیہا کی ضمیر کا مرجع منزلت ہے یعنی جن ملکوت اعلیٰ میں تو ہے اس مرتبے میں کوئی سرکش رہ نہیں سکتا ”یہاں سے چلا جا“ تو اپنی سرکشی کے بدلے ذلیل و خوار ستیوں میں شامل کر دیا گیا تیری ضد اور ہٹ کی یہی سزا ہے۔ اب لعین گھبرایا اور اللہ سے مہلت چاہنے لگا کہ مجھے قیامت تک کی ڈھیل دی جائے۔ چونکہ جناب باری جل جلالہ کی اس میں مصلحتیں اور حکمتیں تھیں اچھے اور بدوں کو دنیا میں ظاہر کرنا تھا اور اپنی جنت پوری کرنا تھی اس ملعون کی اس درخواست کو منظور فرمایا۔ اس حاکم پر کسی کی حکومت نہیں اس کے سامنے بولنے کی کسی کو جال نہیں کوئی نہیں جو اس کے ارادے کو نال سکے کوئی نہیں جو اس کے حکم کو بدل سکے وہ سربلج الحساب ہے۔

ابلیس کا طریقہ واردات اس کی اپنی زبانی: ☆ ☆ (آیت: ۱۶-۱۷) ابلیس نے جب عہد الہی لے لیا تو اب بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے لگا کہ جیسے تو نے میری راہ ماری میں بھی آدم کی اولاد کی راہ ماروں گا اور حق و نجات کے سیدھے راستے سے انہیں روکوں گا تیری توحید سے ہکا کر تیری عبادت سے سب کو ہٹا دوں گا۔ بعض فحوی کہتے ہیں کہ فیما میں ”با“ قسم کے لئے ہے یعنی مجھے قسم ہے اپنی بربادی کے مقابلے میں اس کی اولاد کو برباد کر کے رہوں گا۔ عون بن عبد اللہ کہتے ہیں میں کئے کے راستے پر بیٹھ جاؤں گا لیکن صحیح یہی ہے کہ نیکی کے ہر راستے پر۔

چنانچہ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ شیطان ابن آدم کی تمام راہوں میں بیٹھتا ہے وہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ بننے کے لئے اسلام لانے والے کے دل میں دوسو سے پیدا کرتا ہے کہ تو اپنے آپ اور اپنے باپ دادا کے دین کو کیوں چھوڑتا ہے۔ اللہ کو اگر بھری منظور ہوتی ہے تو وہ اس کی باتوں میں نہیں آتا اور اسلام قبول کر لیتا ہے۔ ہجرت کی راہ سے روکنے کے لئے آڑے آتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ تو اپنے وطن کو کیوں چھوڑتا ہے؟ اپنی زمین و آسمان سے کیوں الگ ہوتا ہے؟ غربت دے کسی کی زندگی کیوں اختیار کرتا ہے؟ لیکن مسلمان اس کے بہکاوے میں نہیں آتا اور ہجرت کر گزرتا ہے۔ پھر جہاد کی روک کے لئے آتا ہے اور جہاد مال سے ہے اور جان سے۔ اس سے کہتا ہے کہ تو کیوں جہاد میں جاتا ہے؟ وہاں قتل کر دیا جائے گا پھر تیری بیوی دوسرے کے نکاح میں چلی جائے گی تیرا مال اوروں کے قبضے میں چلا جائے گا لیکن مسلمان اس کی نہیں مانتا اور جہاد میں قدم رکھ دیتا ہے پس ایسے لوگوں کا اللہ پر حق ہے کہ وہ انہیں جنت میں لے جائے گو وہ جانور سے گر کر بھی مر جائیں۔ اس دوسری آیت کی تفسیر میں ابن عباس کا قول ہے کہ آگے سے آنے کا مطلب آخرت کے معاملہ میں شک و شبہ پیدا کرنا ہے۔ دوسرے جملے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی فتنیں دلاؤں گا۔ دائیں طرف سے آنا امر دین کو شکوک کرنا ہے بائیں طرف سے آنا گناہوں کو لذت دینا ہے شیطانوں کا یہی کام ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ شیطان کہتا ہے میں اس کی دنیا و آخرت نیکیاں بھلائیوں سب تباہ کر دینے کی کوشش میں رہوں گا اور برائیوں کی طرف ان کی رہبری کروں گا۔ وہ سامنے سے آکر کہتا ہے کہ جنت دوزخ قیامت کوئی چیز نہیں وہ پشت کی جانب سے آکر کہتا ہے دیکھ دنیا کس قدر زینت دار ہے وہ دائیں طرف سے آکر کہتا ہے خبردار نیکی کی راہ بہت کٹھن ہے وہ بائیں سے آکر کہتا ہے دیکھ گناہ کس قدر لذت دینے ہیں پس ہر طرف سے آکر ہر طرح بہکا رہا ہے ہاں یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ اپری طرف سے نہیں آسکتا۔ اللہ کے بندے کے درمیان حائل ہو کر رحمت الہی کی روک نہیں بن سکتا پس سامنے یعنی دنیا اور پیچھے یعنی آخرت اور دائیں یعنی اس طرح کہ دیکھیں اور بائیں یعنی اس طرح نہ دیکھ سکیں یہ سب اقوال ٹھیک ہیں۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَدْحُورًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمَلْنَا
جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥﴾ وَيَا أَدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ
فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا
مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٦﴾ فَوَسَّوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ
عَنْهُمَا مِنْ سَوَاتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ
الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَتَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ
الْخَالِدِينَ ﴿٧﴾ وَقَاسَمَهُمَا إِيَّيَّكَمَا لَمَنِ النَّصِيبُ ﴿٨﴾

فرمایا یہاں سے نکل جاہو تو لیل و خوار اور رنداؤ دگر رہو کر ان انسانوں میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا میں تم سب سے جنم کو پھر کر دوں گا ○ اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہو سو اور جہاں سے چاہو کھاؤ پیو مگر اس درخت کے قریب بھی نہ جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے ○ لیکن شیطان نے انہیں وسوسہ ڈالا تاکہ ان پر چڑھ جائیں کھول دے جو ان پر پوشیدہ کر دی تھی لیکن ان کی شرکاء میں اور ان کے بچے لگا، تمہارے پروردگار نے جو اس درخت سے تمہیں روک دیا ہے، یہ صرف اس لئے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم فرشتے بن جاؤ یا پھر زندہ رہنے والے بن جاؤ ○ اور ان کے سامنے قسمیں کھا کر انہیں یقین دلانے لگا کہ میں تمہارے غیر خواہوں میں ہوں ○

اللہ تعالیٰ کے نافرمان جہنم کا بندھن ہیں: ☆☆ (آیت: ۱۸) اس پر اللہ کی لعنت نازل ہوتی ہے رحمت سے دور کر دیا جاتا ہے فرشتوں کی جماعت سے الگ کر دیا جاتا ہے عیب دار کے اتار دیا جاتا ہے لفظ ”مذوم“ ماخوذ ہے ”ذام“ اور ”ذمیم“ سے یہ لفظ بہ نسبت لفظ ”ذم“ کے زیادہ مبالغہ والا ہے پس اس کے معنی عیب دار کے ہوتے اور مدح و ثناء کے معنی دور کئے ہوئے کے ہیں مقصد دونوں سے ایک ہی ہے۔ پس یہ ذلیل ہو کر اللہ کے غضب میں مبتلا ہو کر نیچے اتار دیا گیا اللہ کی لعنت اس پر نازل ہوئی اور نکال دیا گیا اور فرمایا گیا کہ تو اور تیرے ماننے والے سب کے سب جہنم کا بندھن ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے فَإِنَّ جَهَنَّمَ جِزْءُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ تمہاری سب کی سزا جہنم ہے۔ تو جس

طرح چاہے انہیں بہکا، لیکن اس سے مایوس ہو جا کر میرے خاص بندے تیرے دوسوں میں آ جائیں گے (کیونکہ) ان کا وکیل میں خود ہوں۔ پہلا امتحان اور اسی میں لغزش اور اس کا انجام: ﴿۱۹﴾ ﴿۲۱﴾ ابلیس کو نکال کر حضرت آدم و حوا کو جنت میں پہنچا دیا گیا اور بجز ایک درخت کے انہیں ساری جنت کی چیزیں کھانے کی رخصت دے دی گئی، اس کا تفصیلی بیان سورہ بقرہ کی تفسیر میں گذر چکا ہے۔ شیطان کو اس سے بڑا ہی حسد ہوا، ان کی نعمتوں کو دیکھ کر لعین جل گیا اور ٹھان لی کہ جس طرح سے ہوا انہیں بہکا کر اللہ کے خلاف کر دوں چنانچہ جھوٹ، انفراباندھ کر ان سے کہنے لگا کہ دیکھو یہ درخت وہ ہے جس کے کھانے سے تم فرشتے بن جاؤ گے اور ہمیشہ کی زندگی اسی جنت میں پاؤ گے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ ابلیس نے کہا میں تمہیں ایک درخت کا پتہ دیتا ہوں جس سے تمہیں بقا اور ترقی والا ملک مل جائے گا۔ یہاں ہے کہ ان سے کہا تمہیں اس درخت سے صرف اس لئے روکا گیا ہے کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ۔ جیسے فرمان ہے یٰبَنِیَّ اللّٰهُ لَکُمْ اَنْ تَضِلُّوْا مطلب ہے کہ لافلا تضلوا اور آیت میں ہے اَنْ تَحْمِذَ بِکُمْ یہاں بھی مطلب ہے۔ مَلٰئِکَیْنِ کی دوسری قرات مَلٰئِکَیْنِ بھی ہے لیکن جمہور کی قرات لام کے زبر کے ساتھ ہے۔ پھر اپنا اعتبار جمانے کے لئے قسمیں کھانے لگا کہ دیکھو میری بات کو سچ مانو میں تمہارا خیر خواہ ہوں تم سے پہلے سے ہی یہاں رہتا ہوں ہر ایک چیز کے خواص سے واقف ہوں تم اسے کھا لو بس پھر میں رہوں گے، بلکہ فرشتے بن جاؤ گے۔ قاسم باب مغالہ سے ہے اور اس کی خاصیت طرفین کی مشارکت ہے لیکن یہاں یہ خاصیت نہیں ہے، ایسے اشعار بھی ہیں جہاں قاسم آیا ہے اور صرف ایک طرف کے لئے۔ اس قسم کی وجہ سے اس غبیث کے بہکاوے میں حضرت آدم آ گئے۔ سچ ہے مومن اس وقت دھوکا کھا جاتا ہے جب کوئی ناپاک انسان اللہ کو سچ میں دیتا ہے۔ چنانچہ سلف کا قول ہے کہ (مومن) اللہ کے نام کے بعد اپنے ہتھیار ڈال دیا کرتے ہیں۔

فَدَلَّہُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَہُمَا سَوَآئِہُمَا وَطَفِقَا
یَخْصِفْنَ عَلَیْہِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادَیْہُمَا رَبُّہُمَا اَلَمْ اَنْہَکُمَا
عَنْ تِلْکُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّکُمَا اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمَا
عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝۱۹ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا ۙ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا
وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝۲۰

غرض دھوکے سے انہیں مائل کر لی گیا جو اسی جنت کے درختوں کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اسی وقت ان کے رب نے انہیں آواز دی کہ کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہ روکا تھا؟ اور نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے؟ ﴿۲۰﴾ دو دعائیں کرنے لگے کہ ہمارے پروردگار بیشک ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اب اگر تو ہمیں نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ فرمائے گا تو ہم نامراد اور برباد ہو جائیں گے ﴿۲۰﴾

لغزش کے بعد کیا ہوا؟ ﴿۲۱﴾ ﴿۲۲﴾ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”حضرت آدم علیہ السلام کا قد مثل درخت کھجور کے بہت لمبا تھا اور سر پر بہت لمبے بال تھے درخت کھانے سے پہلے انہیں اپنی شرمگاہ کا علم بھی نہ تھا، نظریہ نہ پڑی تھی، لیکن اس خطا کے ہوتے ہی وہ ظاہر ہو گئی، بھاگنے لگے تو بال ایک درخت میں الجھ گئے کہنے لگے اے درخت مجھے چھوڑ دے درخت سے جواب ملا ناممکن ہے اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ اے آدم مجھ سے بھاگ رہا ہے؟ کہنے لگے یا اللہ شرمندگی ہے شرمسار ہوں“ گویہ روایت مرفوع بھی مروی ہے لیکن زیادہ صحیح موقوف ہونا ہی ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں ”درخت کا پھل کھا لیا اور چھپانے کی چیز ظاہر ہو گئی“

جنت کے پتوں سے چھپانے لگے، ایک کو ایک کو نے پرچکانے لگے، حضرت آدمؑ مارے غیرت کے ادھر ادھر بھاگنے لگے، لیکن ایک درخت کے ساتھ الجھ کر رہ گئے، اللہ تعالیٰ نے عداوی کا دم مجھ سے بھاگتا ہے؟ آپ نے فرمایا، نہیں یا اللہ مگر شر مانتا ہوں، جناب باری نے فرمایا، آدمؑ جو کچھ میں نے تجھے دے رکھا تھا، کیا وہ تجھے کافی تھا؟ آپ نے جواب دیا، بے شک کافی تھا، لیکن یا اللہ مجھے یہ علم نہ تھا کہ کوئی تیرا نام لے کر تیری قسم کھا کر جھوٹ کہے گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اب تو میری نافرمانی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور تکلیفیں اٹھانا ہوں گی۔

چنانچہ جنت سے دونوں کو اتار دیا گیا، اب اس کشادگی کے بعد یہ تنگی ان پر بہت گراں گذری، کھانے پینے کو ترس گئے، پھر انہیں لوہے کی صنعت سکھائی گئی، کھیتی کا کام بتایا گیا، آپ نے زمین صاف کی، دانے بوئے، وہ اگے بڑھے، بالیں نکلنے، دانے پکے، پھر توڑے گئے، پھر پیسے گئے، آنا گندھا، پھر روٹی تیار ہوئی، پھر کھائی۔ جب جا کر بھوک کی تکلیف سے نجات پائی۔ ”تم“ کے پتوں سے اپنا آگاہ چھپا چھپاتے پھرتے تھے، جوشل پکڑے کے تھے، وہ نورانی پردے جن سے ایک دوسرے سے یہ اعضاء چھپائے ہوئے تھے، نافرمانی ہوتے ہی ہٹ گئے اور وہ نظر آنے لگے۔ حضرت آدمؑ اسی وقت اللہ کی طرف رغبت کرنے لگے، تو بہ استغفار کی طرف جھک پڑے، بخلاف ابلیس کے کہ اس نے سزا کا نام سننے ہی اپنے ابلیسی ہتھیار یعنی ہمیشہ کی زندگی وغیرہ طلب کی، اللہ نے دونوں کی دعائی اور دونوں کو طلب کردہ چیزیں عنایت فرمائیں۔ ”مردی ہے کہ حضرت آدمؑ نے جب درخت سے کھالیا، اسی وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس درخت سے میں نے تمہیں روک دیا تھا، پھر تم نے اسے کیوں کھایا؟ کہنے لگے، حواء نے مجھے اس کی رغبت دلائی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان کی سزا یہ ہے کہ حمل کی حالت میں بھی تکلیف میں رہیں گی، بچہ ہونے کے وقت بھی تکلیف اٹھائیں گی، یہ سننے حضرت حواء نے نوحہ شروع کیا، حکم ہوا کہ یہی تجھ پر اور تیری اولاد پر لکھ دیا گیا، حضرت آدمؑ نے جناب باری میں عرض کی اور اللہ نے انہیں دعا سکھائی، انہوں نے دعا کی جو قبول ہوئی اور قصور معاف فرما دیا گیا۔ سبالحمد للہ!

قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ
مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۖ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ
وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ۝

فرمایا تم سب اترا جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو، تمہارے لئے زمین میں ہی ایک وقت مقرر رک رہنا سہنا ہے اور سامان زندگی بھی ۝ یہ بھی فرمادیا کہ میں نے زمین میں ہی زندگی گزارو گے اور میں تم مردے اور اسی سے تم نکال کھڑے کئے جاؤ گے ۝

سفر ارضی کے بارہ میں یہودی روایات: ☆ ☆ (آیت: ۲۳-۲۵) بعض کہتے ہیں یہ خطاب حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ شیطان ملعون اور سانپ کو ہے۔ بعض سانپ کا ذکر نہیں کرتے۔ یہ ظاہر ہے کہ اصل مقصد حضرت آدمؑ ہیں اور شیطان ملعون۔ جیسے سورہ ط میں ہے اِهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا حوا حضرت آدمؑ کے تابع تھیں اور سانپ کا ذکر اگر صحت تک پہنچ جائے تو وہ ابلیس کے حکم میں آ گیا۔ مفسرین نے بہت سے اقوال ذکر کئے ہیں کہ آدمؑ کہاں اترے اور شیطان کہاں پھینکا گیا وغیرہ۔ لیکن دراصل ان کا مخرج بنی اسرائیل کی روایات ہیں اور ان کی صحت کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس جگہ کے جان لینے سے کوئی فائدہ نہیں، اگر ہوتا تو ان کا بیان قرآن میں یا حدیث میں ضرور ہوتا۔ کہہ دیا گیا کہ اب تمہارے قرار کی جگہ زمین ہے، وہیں تم اپنی مقررہ زندگی کے دن پورے کرو گے جیسے کہ ہماری پہلی کتاب لوح محفوظ میں پہلے سے ہی لکھا ہوا موجود ہے۔ اسی زمین پر جو تم اور مرنے کے بعد بھی اسی میں دبائے جاؤ گے اور پھر مشر و شر بھی اسی میں ہوگا۔ جیسے فرمان ہے

مِنْهَا خَلَقْنَكُمْ وَفِيهَا نَعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ يٰۤاٰدَمُ كُنْ زَكَوٰةً لِّمَا كُنْتَ تَكْفُرُ اِنَّكَ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۱۵
جلد بھی یہی قبریں بھی اسی میں اور قیامت کے دن انھیں گے بھی اسی سے پھر بدلہ دیئے جائیں گے۔

يٰۤاٰدَمُ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ لِبَاسًا يُّوَارِي سَوْآتِكَ
وَرِيشًا وَلِبَاسَ التَّقْوٰی ۚ ذٰلِكَ حَیْثُ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ
لَعَلَّكُمْ يَذْكُرُوْنَ ۝۱۶

اے فرزند آدم ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا ہے جو تمہارے پردے کی چیزوں کو ڈھانپتا ہے اور ہم نے زینت کا پہناوا بھی اتارا ہے ہاں پرہیزگاری کا لباس وہی سب سے بہتر ہے یہ بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ سمجھ بوجھ لیں ○

لباس اور داڑھی جمال و جلال: ☆☆ (آیت ۲۶) یہاں اللہ تعالیٰ اپنا احسان یاد دلاتا ہے کہ اس نے لباس اتارا اور ریش بھی لباس تو وہ ہے جس سے انسان اپنا ستر چھپائے اور ریش وہ ہے جو بطور زینت رونق اور جمال کے پہنا جائے۔ لباس تو ضروریات زندگی سے ہے اور ریش زیادتی ہے ریش کے معنی مال کے بھی ہیں اور ظاہری پوشاک کے بھی ہیں اور جمال و خوش لباسی کے بھی ہیں۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ریش کرتے پہنتے ہوئے جبکہ گلے تک وہ پہن لیا تو فرمایا الحمد للہ الذی کسسانی ما اوارى به عورتی واتحمل به فی حیاتی پھر فرمانے لگے میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص نیا کپڑا پہنے اور اس کے گلے تک پہنچے ہی یہ دعا پڑھے پھر پانا کپڑا ارادہ دے دے تو وہ اللہ کے ذمہ میں اللہ کی پناہ میں اور اللہ کی حفاظت میں آجاتا ہے زندگی میں بھی اور بعد از مرگ بھی (ترمذی ابن ماجہ وغیرہ)۔ مسند احمد میں ہے حضرت علیؓ نے ایک نوجوان سے ایک کرتہ تین درہم میں خریدا اور اسے پہنا جب پہنچوں اور ٹخنوں تک پہنچا تو آپؐ نے یہ دعا پڑھی الحمد للہ الذی رزقنی من ریش ما اتحمل به فی الناس و اوارى به عورتی یہ دعا سن کر آپؐ سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپؐ نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپؐ اسے کپڑا پہننے کے وقت پڑھتے تھے یا آپؐ از خود اسے پڑھ رہے ہیں؟ فرمایا میں نے اسے حضورؐ سے سنا ہے۔

لباس التقویٰ کی دوسری قرات لباس التقویٰ سین کے زبر سے بھی ہے۔ رفع سے پڑھنے والے اسے مبتدا کہتے ہیں اور اس کے بعد کلمہ اس کی خبر ہے۔ مکرر عزم کرتے ہیں اس سے مراد قیامت کے دن پرہیزگاروں کو جو لباس عطا ہوگا وہ ہے۔ ”ابن جریج کا قول ہے ”لباس تقویٰ ایمان ہے۔“ ابن عباسؓ فرماتے ہیں ”عمل صالح ہے اور اسی سے فس کہہ جاتا ہے۔“ عروہ کہتے ہیں ”مراد اس سے مشیت ربانی ہے۔“ عبدالرحمنؓ کہتے ہیں ”اللہ کے ذمہ سے اپنی ستر پوشی کرنا لباس تقویٰ ہے۔“ یہ تمام اقوال آپس میں ایک دوسرے کے خلاف نہیں بلکہ مراد یہ سب کچھ ہے اور یہ سب چیزیں ملی جلی اور آپس میں ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں۔ ایک ضعیف سند والی روایت میں حضرت حسن سے مرقوم ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو منبر نبویؐ پر کھلی ٹھنڈیوں کا کرتا پہننے کو کڑوا دیا ”اس وقت آپ کتوں کے مار ڈالنے اور کبوتر بازی کی ممانعت کا حکم دے رہے تھے پھر آپؐ نے فرمایا ”لوگو اللہ سے ڈرو خصوصاً اپنی پوشیدگیوں میں اور چپکے چپکے کانا پھوی کرنے میں“ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپؐ قسم کھا کر بیان فرماتے تھے کہ جو شخص جس کام کو پوشیدہ سے پوشیدہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسی کی چادر اس پر اعلانیہ ڈال دے گا اگر نیک ہے تو نیک اور اگر بد ہے تو بد پھر آپؐ نے اسی آیت کی تلاوت کی اور فرمایا اس سے

مرا خوش خلقی ہے۔ ہاں صحیح حدیث میں صرف اتنا مروی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جمعہ کے دن منبر پر کتوں کے قتل کرنے اور کبوتروں کے ذبح کرنے کا حکم دیا۔

يٰۤاِبْنِ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكَ الشَّيْطٰنُ كَمَا اَخْرَجَ اَبَوَيْكَم مِّنَ الْجَنَّةِ يَتَزَوَّجُ مِنْكُمَا لِيَرْضٰهُمَا سَوَاتِهِمَا ۗ اِنَّهُ يَرِيكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۗ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِيْنَ اَوْلِيَاءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۵۰ وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحْشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلٰیهَا اٰبَاءَنَا وَ اَللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۗ قُلْ اِنَّ اِلٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلٰى اَللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۵۱

اے اولاد آدم کہیں شیطان تمہیں بہکا نہ دے جیسے کہ اس نے تمہارے والدین کو بہشت سے نکلوا دیا ان کے کپڑے ان سے اتروائے کہ انہیں ان کے پردے کی چیزیں دکھائے تمہیں وہ اور اس کی قوم وہاں سے دیکھتی ہے جہاں سے تم انہیں نہ دیکھ سکتے ہو شیطانوں کو ان لوگوں کا یار اور رفیق بنادیا ہے جو ایمان قبول نہیں کرتے ○ یہ لوگ جب کوئی یہودہ حرکت کرتے ہیں تو صاف کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بڑوں کو اسی طریقے پر پایا ہے بلکہ اللہ نے ہمیں یہی حکم دیا ہے تو جواب دے کہ تاہم ان کے کہنا برا نہیں اور اللہ پر وہ باتیں جوڑ لیتے جو جن سے تم بے علم ہو ○

ابلیس سے بچنے کی تاکید: ☆ ☆ (آیت: ۲۷) تمام انسانوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ ہو شیار کر رہا ہے کہ دیکھو ابلیس کی مکاریوں سے بچتے رہنا وہ تمہارا بڑا دشمن ہے دیکھو اسی نے تمہارے باپ آدم کو دوسرے سے نکالا اور اس مصیبت کے قید خانے میں ڈالا ان کی پردہ داری کی پس تمہیں اس کے ہتھکنڈوں سے بچنا چاہئے۔ جیسے فرمان ہے اَتَتَّخِذُوْنَهُ وُزْرًا ۗ اُولٰٓئِیۡہٗ مِنْ ذٰوْنِیْ وُھُم لَکُمْ عَدُوٌّۢ بِئْسَ لِلظَّٰلِمِیۡنَ بَدَلًا یعنی کیا تم ابلیس اور اس کی قوم کو اپنا دوست بناتے ہو؟ مجھے چھوڑ کر؟ حالانکہ وہ تو تمہارا دشمن ہے ظالموں کا بہت ہی بربادلہ ہے۔

جہالت اور طواف کعبہ: ☆ ☆ (آیت: ۲۸) مشرکین منگے ہو کہ بیت اللہ کا طواف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جیسے ہم پیدا ہوئے ہیں اسی حالت میں طواف کریں گے۔ عورتیں بھی آگے کوئی چڑے کا کلا لیا کوئی چیز رکھ لیتی تھی اور کہتی تھیں۔

اليوم یبدو بعضہ او کلہ وما بدامنہ فلا احلہ

آج اس کا تھوڑا سا حصہ ظاہر ہو جائے گا اور بچتا بھی ظاہر ہو میں اسے اس کے لئے جائز نہیں رکھتی اس پر آیت واذا فعلوا الخ نازل ہوئی ہے۔ یہ دستور تھا کہ قریش کے سوا تمام عرب بیت اللہ شریف کا طواف اپنے پہنے ہوئے کپڑوں میں نہیں کرتے تھے دیکھتے تھے کہ یہ کپڑے جنہیں پہن کر اللہ کی نافرمانیاں کی ہیں اس قابل نہیں رہے کہ انہیں پہنے ہوئے طواف کر سکیں ہاں قریش جو اپنے آپ کو مس کہتے تھے اپنے کپڑوں میں بھی طواف کرتے تھے اور جن لوگوں کو قریش کپڑے بطور ادھار دیں وہ بھی ان کے دیئے ہوئے کپڑے پہن کر طواف کر سکتا تھا یا وہ شخص کپڑے پہن کر طواف کر سکتا تھا جس کے پاس نئے کپڑے ہوں پھر طواف کے بعد ہی انہیں اتار دالتا تھا اب یہ کسی کی ملکیت نہیں ہو سکتے تھے پس جس کے پاس نیا کپڑا نہ ہو اور جس بھی اس کو اپنا کپڑا نہ دے تو اسے ضروری تھا کہ وہ ننگا ہو کر طواف کرے خواہ عورت ہو خواہ مرد

عورت اپنے آگے کے عضو (شرمگاہ) پر ذرا سی کوئی چیز رکھ لیتی اور وہ کہتی جس کا بیان اوپر گذرا لیکن عورتیں رات کے وقت طواف کرتی تھیں یہ بدعت انہوں نے از خود گھڑ لی تھی۔ اس فعل کی دلیل سوائے باپ دادا کی تقلید کے اور ان کے پاس کچھ نہ تھی، لیکن اپنی خوش فہمی اور نیک ظنی سے کہہ دیتے تھے کہ اللہ کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اگر یہ فرمودہ رب نہ ہوتا تو ہمارے بزرگ اس طرح نہ کرتے اس لئے حکم ہوتا ہے کہ اسے نبی آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کے کاموں کا حکم نہیں کرتا، ایک تو برا کام کرتے ہو دوسرے جھوٹ موت اس کی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہو یہ چوری اور سینہ زوری ہے۔

قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ۚ ۝ فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ ۚ إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ ۝

کہہ دے کہ میرا رب تو عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم اپنے منہ پر نماز کے وقت راست لو اور اسی کو پکارو اور آں مالک تم اس کے لئے ہی خالص عبادت کرنے والے رہو اس نے جیسے کہ تمہیں اول مرتبہ پیدا کیا ہے اسی طرح دوبارہ بھی پیدا ہو گے ○ ایک فرقے کو تو ہدایت کی اور ایک فرقہ ہے جس پر گمراہی ثابت ہو چکی ہے ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست بنالیا اور باوجود اس کے گمان کرتے ہیں کہ راہ یافتہ ہیں ○

(آیت: ۲۹-۳۰) کہہ دے کہ رب العالمین کا حکم تو عدل و انصاف کا ہے، استقامت اور دیانت داری کا ہے، برائیوں اور گندے کاموں کے چھوڑنے کا ہے، عبادات ٹھیک طور پر بجالانے کا ہے، جو اللہ کے سچے رسولوں کے طریقہ کے مطابق ہوں، جن کی سچائی ان کے زبردست معجزوں سے اللہ نے ثابت کر دی ہے، ان کی لائی ہوئی شریعت پر اخلاص کے ساتھ عمل کرتے ہوں، جب تک اخلاص اور پیغمبر کی تابعداری کسی کام میں نہ ہو، اللہ کے ہاں وہ مقبول نہیں ہوتا۔ اس نے جس طرح تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے، اسی طرح وہ دوبارہ بھی لوٹائے گا۔ دنیا میں بھی اسی نے پیدا کیا، آخرت کے دن بھی وہی قبروں سے دوبارہ پیدا کرے گا، پہلے تم کچھ نہ تھے، اس نے تمہیں بنایا، اب مرنے کے بعد پھر وہ تمہیں زندہ کر دے گا جیسے اس نے شروع میں تمہاری ابتدا کی تھی اسی طرح پھر سے تمہارا اعادہ کرے گا۔

چنانچہ حدیث میں بھی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایک وعظ میں فرمایا، لوگو تم اللہ کے سامنے ٹنگے بیروں، ٹنگے بدنوں بے فتنہ جمع کئے جاؤ گے، جیسے کہ ہم نے تمہیں پیدائش میں کیا تھا، اسی کو پھر دہرائیں گے، یہ ہمارا وعدہ ہے اور ہم اسے کر کے ہی رہنے والے ہیں یہ روایت بخاری و مسلم میں بھی نکالی گئی ہے۔ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ جیسے ہم نے لکھ دیا ہے، ویسے ہی تم ہو گے، ایک روایت میں ہے جیسے تمہارے اعمال تھے ویسے ہی تم ہو گے، یہ بھی معنی ہیں کہ جس کی ابتداء میں بدعتی لکھ دی ہے وہ بدعتی اور بد اعمالی کی طرف ہی لوٹے گا، گورمیان میں نیک ہو گیا اور جس کی تقدیر میں شروع سے ہی نیکی اور سعادت لکھ دی گئی ہے وہ انجام کار نیک ہی ہوگا، گواس سے کسی وقت برائی کے اعمال بھی سرزد ہو جائیں، جیسے کہ فرعون کے زمانے کے جادو گروں کی ساری عمر سیاہ کاریوں اور کفر میں تھی لیکن آخر وقت مسلمان اولیاء ہو کر مرے۔ یہ بھی معنی ہیں کہ اللہ تم میں سے ہر ایک کو ہدایت پر یا گمراہی پر پیدا کر چکا ہے، ایسے ہی ہو کر تم ماں کے کٹن سے نکلو گے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کی پیدائش مومن و کافر ہونے کی حالت میں کی ہے جیسے فرمان ہے هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ پھر

کرتے تھے جیسے کہ پہلے گزرا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ”ننگے مردوں کو طواف کرتے اور ننگی عورتیں رات کو اس وقت عورتیں کہا کرتی تھیں کہ آج اس کے خاص جسم کا کل حصہ یا کچھ حصہ گونا ہوا لیکن کسی کو وہ اس کا دیکھنا جائز نہیں کرتیں۔“ پھر اس کے برعکس مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے کہ اپنا لباس پہن کر مسجدوں میں جاؤ۔ اللہ تعالیٰ زینت کے لیے کو حکم دیتا ہے اور زینت سے مرد اور لباس ہے اور لباس وہ ہے جو اعضاے مخصوصہ کو چھپالے اور جو اس کے سوا ہوشیلا اچھا کپڑا وغیرہ۔ ایک حدیث میں ہے کہ یہ آیت جوتیوں سمیت نماز پڑھنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن ہے یہ غور طلب اور اس کی صحت میں بھی کلام ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ آیت اور جو کچھ اس کے معنی میں سنت میں وارد ہے اس سے نماز کے وقت زینت کرنا مستحب ثابت ہوتا ہے، خصوصاً جمعہ اور عید کے دن اور خوشبو لگانا بھی مسنون طریقہ ہے اس لئے کہ وہ زینت میں سے ہی ہے اور مساوک کرنا بھی، کیونکہ وہ بھی زینت کو پورا کرنے میں داخل ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ سب سے افضل لباس سفید کپڑا ہے، جیسے کہ مسند احمد کی صحیح حدیث میں ہے، حضورؐ فرماتے ہیں سفید کپڑے پہنؤ وہ تمہارے تمام کپڑوں سے افضل ہیں اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔ سب مردوں میں بہتر مرد اٹھ ہے وہ نگاہ کو تیز کرتا ہے اور بالوں کو اگا گاتا ہے۔ سنن کی ایک اور حدیث میں ہے سفید کپڑوں کو ضروری جانو اور انہیں پہنؤ وہ بہت اچھے اور بہت پاک صاف ہیں اور انہی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔

طبرانی میں مروی ہے کہ حضرت تمیم دارمیؒ نے ایک چادر ایک ہزار کو خریدی تھی اور نماز کے وقت اسے پہن لیا کرتے تھے۔ اس کے بعد آدمی آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام طب کو اور حکمت کو جمع کر دیا ارشاد ہے کھاؤ پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو۔ ابن عباسؓ کا قول ہے جو چاہے کھا جو چاہے پی لیکن دو باتوں سے بچ، اسراف اور تکبر۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کھاؤ پیو پہنؤ اور لیکن صدقہ بھی کرتے رہو اور تکبر اور اسراف سے بچتے رہو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے کے جسم پر دیکھے۔ آپؐ فرماتے ہیں کھاؤ اور صدقہ کرو اور اسراف سے اور خود نمائی سے رکھو فرماتے ہیں انسان اپنے پیٹ سے زیادہ برا کوئی برتن نہیں بھرتا انسان کو چند لقمے جس سے اس کی پیٹھ سیدھی رہے کافی ہیں اگر یہ بس میں نہ ہو تو زیادہ سے زیادہ اپنے پیٹ کے تین حصے کے لئے ایک کھانے کے لئے ایک پانی کے لئے ایک سانس کے لئے فرماتے ہیں یہ بھی اسراف ہے کہ جو تو چاہے کھائے لیکن حدیث غریب ہے۔ شریکین جہاں ننگے ہو کر طواف کرتے تھے وہاں زمانہ حج میں چربی کو بھی اپنے اوپر حرام جانتے تھے اللہ نے دونوں باتوں کے خلاف حکم نازل فرمایا۔ یہ بھی اسراف ہے کہ اللہ کے حلال کردہ کھانے کو حرام کر لیا جائے۔ اللہ کی دی ہوئی حلال روزی بیشک انسان کھائے بچے حرام چیز کا کھانا بھی اسراف ہے۔ اللہ کی مقرر کردہ حرام و حلال کی حدوں سے گزر نہ جاؤ نہ حرام کو حلال کرو نہ حلال کو حرام کہو نہ ہر ایک حکم کو اسی جگہ پر رکھو نہ صرف اور دشمن رب بن جاؤ گے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ كَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ ۖ وَلَا اِثْمًا وَلَا بَغْيًا ۚ بَغْيٌ الْحَقِّ ۚ وَأَنْ تَشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ

بِهِ سُلْطٰنًا وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلٰی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

پوچھو کہ اللہ تعالیٰ نے جو عینت اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہے اور جو پاکیزہ روزیاں ہیں انہیں کس نے حرام کیا ہے؟ کہہ دے کہ یہ سب کچھ ایمان والوں کے لئے ہے زندگی دنیا میں اور قیامت کے دن تو صرف ان کے ساتھ ہی مخصوص ہوگا اسی طرح ہم اپنی نشانیاں کھول کھول کر بیان فرماتے ہیں ان کے لئے جو علم رکھتے ہیں ○ کہہ دے کہ میرے پروردگار نے کل جیسے جانیں کو خواہ کھلی ہوں خواہ چھپی حرام کر دی ہیں اور گناہ کو اور حق کی سرکشی کو اور اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہرانے کو جس کی کوئی دلیل اللہ نے نہیں اتاری اور اللہ کا نام لے کر تمہارا وہ کہنا جو تم نہیں جانتے ○

آخر کار مومن ہی اللہ کی رحمت کا سزاوار ٹھہرا: ☆ ☆ (آیت: ۳۲) کھانے پینے کی ان بعض چیزوں کو بغیر اللہ کے فرمائے حرام کر لینے والوں کی تردید ہو رہی ہے اور انہیں ان کے فعل سے روکا جا رہا ہے۔ یہ سب چیزیں اللہ پر ایمان رکھنے والوں اور اس کی عبادت کرنے والوں کے لئے ہی تیار ہوئی ہیں گودنیا میں ان کے ساتھ اور لوگ بھی شریک ہیں لیکن پھر قیامت کے دن یہ الگ کر دیئے جائیں گے اور صرف مومن ہی اللہ کی نعمتوں سے نوازے جائیں گے۔ ابن عباسؓ راوی ہیں کہ مشرک ٹنگے ہو کر اللہ کے گھر کا طواف کرتے تھے بیٹھیاں اور تالیاں بجاتے جاتے تھے۔ پس یہ آیات اتریں۔

اٹھ اور فنی کیا فرق ہے: ☆ ☆ (آیت: ۳۳) بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں سورہٴ انعام میں چھپی کھلی بے حیاءوں کے متعلق پوری تفسیر گزر چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر گناہ کو حرام کر دیا ہے اور ناحق ظلم و تعدی سرکشی اور غرور کو بھی اس نے حرام کیا ہے۔ پس ”اٹھ“ سے مراد ہر وہ گناہ ہے جو انسان آپ کرے اور ”بغی“ سے مراد وہ گناہ ہے جس میں دوسرے کا نقصان کرے یا اس کی حق تلفی کرے۔ اسی طرح رب کی عبادت میں کسی کو شریک کرنا بھی حرام ہے اور ذات حق پر بہتان باندھنا بھی مثلاً اس کی اولاد بتانا وغیرہ۔ خلاف واقعہ باتیں بھی جہالت کی باتیں ہیں۔ جیسے فرمان ہے۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ اِنَّهُنَّ لَكُنْجَاسٌ مِّنْ بَچْءِ الْخَلْقِ۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَاۤءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً
وَلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ يٰۤاِبْنٰۤى اٰدَمَ اِمَّا يٰۤاَتِيْنٰكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ
يَقْضُوْنَ عَلَيْكُمْ اَلَّتِيۤۤا فَمِنْ اَتٰتٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَبُوْا بِآٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾

ہر قوم کے لئے ایک وقت مقرر ہے جب ان کا وقت آ پہنچتا ہے پھر نہ تو ایک ساعت وہ پیچھے رہتے ہیں نہ ایک گھڑی آگے بڑھ سکتے ہیں ○ اے انسانو! جب تمہارے پاس تم میں سے رسول بھیجیں جو میرے احکام تم کو پڑھ کر سنائیں تو جو لوگ پرہیز گاری اور اصلاح کر لیں ان پر نہ تو کوئی ڈر خوف ہے اور نہ وہ ادا اس آزاد ہوں گے ○ ہاں جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلائیں اور ان سے انکار نہیں وہی دوزخی ہوں گے جو ہمیشہ اسی میں رہیں گے ○

موت کی ساعت طے شدہ اور اٹل ہے: ☆ ☆ (آیت: ۳۴-۳۶) ہر زمانے اور ہر زمانے والوں کے لئے اللہ کی طرف سے انتہائی مدت مقرر ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی نامکن ہے کہ اس سے ایک منٹ کی تاخیر ہو یا ایک لمحے کی جلدی ہو۔ انسانوں کو ڈراتا ہے کہ جب وہ

رسولوں سے ڈرنا اور رغبت دلانا نسیں کو بدکاریوں کو ترک کر دینا اور اللہ کی اطاعت کی طرف جھک جائیں جب وہ یہ کریں گے تو ہر کھٹکے پر ڈر خوف اور ناامیدی سے محفوظ ہو جائیں گے اور اگر اس کے خلاف کیا نہ دل سے ماننا عمل کیا تو وہ دوزخ میں جائیں گے اور وہیں پڑے جھلستے رہیں گے۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ
بِآيَاتِهِ أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُم مِّنَ الْكِتَابِ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ
رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوا أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ
اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا
كَفَرِينَ ﴿۵﴾

اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے انہیں ان کا لوح محفوظ میں لکھا ہوا حصہ تو ملے گا یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے پیچھے ہوئے فرشتے ان کی روح قبض کرنے کو آئیں گے تو کہیں گے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم پکارتے اور پوجتے رہے وہ کہاں ہیں؟ جواب دیں گے کہ وہ سب گم ہو گئے اور (یہ) اپنے کافر ہونے کے گواہ خود ہی بن جائیں گے ○

اللہ پر بہتان لگانے والا سب سے بڑا ظالم ہے: ☆ ☆ (آیت: ۳۷) واقعہ یہ ہے کہ سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھے اور وہ بھی جو اللہ کے کلام کی آیات کا جھوٹا سمجھے انہیں ان کا مقدر ملے گا۔ اس کے معنی ایک تو یہ ہیں کہ انہیں سزا ہوگی ان کے منکالے ہوں گے ان کے اعمال کا بدلہ مل کر رہے گا اللہ کے وعدے و وعید پورے ہو کر رہیں گے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ ان کی عمر عمل رزق جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے وہ دنیا میں تو ملے گا۔ یہ قول قوی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے بعد کا جملہ اس کی تائید کرتا ہے۔ اسی مطلب کی آیت اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِلٰهٌ هُوَ الَّذِيْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْتَرُوْنَ (۱۰۸) ہے کہ اللہ پر جھوٹی باتیں گھڑ لینے والے فلاح کو نہیں پاتے، مگر دنیا میں کچھ فائدہ اٹھالیں لیکن آخر کار ہمارے سامنے ہی پیش ہوں گے اس وقت ان کے کفر کے بدلے ہم انہیں سخت سزا دیں گے۔ ایک آیت میں ہے کافروں کے کفر سے تو غمگین نہ ہو ان کا لوٹنا ہماری جانب ہی ہوگا پھر ہم خود انہیں ان کے کرمات سے آگاہ کریں گے اللہ تعالیٰ دلوں کے مجید سے واقف ہے وہ تجوڑ اساد نبوی نفع اٹھالیں اُلُح۔ پھر فرمایا کہ ان کی روحوں کو قبض کرنے کے لئے ہمارے پیچھے ہوئے فرشتے آتے ہیں تو ان کو بطور طنز کہتے ہیں کہ اب اپنے معبودوں کو کیوں نہیں پکارتے کہ جنہیں اس عذاب سے بچالیں آج وہ کہاں ہیں؟ تو یہ نہایت حسرت سے جواب دیتے ہیں کہ نفوس وہ تو کھوئے گئے ہمیں ان سے اب کسی نفع کی امید نہیں رہی پس اپنے کفر کا آپ ہی اقرار کر کے مرنے ہیں۔“

قَالَ ادْخُلُوا فِيْ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ الْجِنِّ
وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَعْنَتْ اُخْتَهَا حَتَّىٰ
اِذَا دَا رَكُوْا فِيْهَا جَمِيعًا قَالَتْ اُخْرِبُهُمْ لَاوْلَهُمْ رَبَّنَا
هَؤُلَاءِ اَضَلُّوْنَا فَاتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ قَالَ

لِكُلِّ ضِعْفٍ وَلَكِنْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾

اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو اس میں تم سے پہلے جنوں اور انسانوں کی گذر چکی ہیں ان میں مل کر تم بھی جہنم میں جاؤ۔ جب کہی جو امت جائے گی وہ دوسری اپنی جیسی امت پر لعنت کرے گی۔ جب سب کے سب وہاں جمع ہو جائیں گے تو ان میں سے پچھلے اگلوں کی نسبت کہیں گے کہ اسے اللہ ان دو گلوں نے ہی ہمیں گمراہ کیا۔ اب تو انہیں آگ کا دھڑا دو ہر احد اپ بے جواب ملے گا کہ ہر ایک کیلئے ہی دو ہر اے لیکن تم نہیں جانتے ○

کفار کی گروہوں میں طوق: ☆ ☆ (آیت: ۳۸) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مشرکوں کو جو اللہ پر افراتہا: ہتے تھے اس کی آیات کو بھٹلاتے تھے، فرمائے گا کہ تم بھی اپنے جیسوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں خواہ وہ جنات میں سے ہوں خواہ انہوں میں سے، جنہم میں جاؤ۔ ففی النار! یا تو فی امم کا بدل ہے یا فی امم میں فی معی میں مع کے ہے۔ ہر گروہ اپنے ساتھ کے اپنے جیسے، روہ پلعت کرے گا جیسے کہ غلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ”تم ایک دوسرے سے اس روز کفر کرو گے۔“ اور آیت میں ہے اِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ يُعْبَدُونَ اِلٰهًا بِرِوَقْتِہٖ ہو گا کہ گروہ اپنے چیلوں سے دست بردار ہو جائیں گے، عذابوں کو دیکھتے ہی آپس کے سارے تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ مرید لوگ اس وقت کہیں گے کہ اگر ہمیں بھی یہاں سے بھر واپس دنیا میں جانا مل جائے تو جیسے یہ لوگ آج ہم سے ہیزا ہو گئے ہیں، ہم بھی ان سے بالکل ہی دست بردار ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ اسی طرح ان کے کرتوت ان کے سامنے لائے گا جو ان کے لئے سراسر موجب حسرت ہوں گے اور یہ دوزخ سے کبھی آزاد نہ ہوں گے۔

یہاں فرماتا ہے کہ جب یہ سارے کے سارے جہنم میں جا چکیں گے تو بچھل یعنی تابعدار اور مرید اور تقلید کرنے والے انگلوں سے یعنی جن کی وہ مانتے رہے ان کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کریں گے اس سے ظاہر ہے کہ یہ گمراہ کرنے والے ان سے پہلے ہی جہنم میں موجود ہوں گے کیونکہ ان کا گناہ بھی بڑھا ہوا تھا، کہیں گے کہ یا اللہ انہیں دگنا عذاب کر چنانچہ اور آیت میں ہے یَوْمَ تَقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِی النَّارِ اِلٰی جِبْرِائِلَ ان کے چہرے آتش جہنم میں ادھر سے ادھر جھلے جاتے ہوں گے اس وقت حسرت و افسوس کرتے ہوئے کہیں گے کہ کاش کہ ہم اللہ رسولؐ کے مطیع ہوتے یا اللہ ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی تابعداری کی جنہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا یا اللہ انہیں دگنا عذاب کر انہیں جواب ملا کہ ہر ایک کے لئے دگنا ہے، یعنی ہر ایک کو اس کی برائیوں کا پورا پورا بدلہ مل چکا ہے۔ جیسے فرمان ہے الَّذِیْنَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا اِلٰی الَّذِیْ هُمْ فِيْهِ مُشْرِكُوْنَ جنہوں نے ٹکر کیا اور راہ رب سے روکا ان کا ہم عذاب اور زیادہ کریں گے۔ اور آیت میں ہے وَلَيَحْبُرَنَّ لَّهُمْ اَتْفَالُهُمْۙ وَاَتْفَالًا مَّعَ اَتْفَالِهِمْ یعنی اپنے بوجھ کے ساتھ ان کے بوجھ بھی اٹھائیں گے۔ اور آیت میں ہے ان کے بوجھ ان پر لا دے جائیں گے جن کو انہوں نے بے عملی سے گمراہ کیا۔

وَقَالَتْ أُولَئِكَ لَهُمْ إِخْرَاجُهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ
فَضْلٍ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٥٥﴾

اس برا گلے لوگ پچھلوں سے کہیں گے کہ تو تمہیں ہم پر کوئی فضیلت نہیں رہی! پس تم سب اپنے کئے کر قوت کے بدلے غذاؤں کا مزہ چکھو ○

(آیت: ۳۹) اب وہ جن کی مانی جاتی رہی اپنے ماننے والوں سے کہیں گے کہ جیسے ہم گمراہ تھے تم بھی گمراہ ہوئے اب اپنے کروت کا بدلہ اٹھاؤ۔ اور آیت میں ہے وَلَوْ تَرَىٰ اِذِ الظَّالِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ كَاَشَٰ كَتُوْذِكُمْ اَجَبَ اَنْ تَكُوْنُوْا تَارِكُوْنَ لَا تَصْلَحُوْنَ شَيْئًا اَنْ تَقُوْلُوْا اِنْ كُنَّا لَنَرٰكَ فَاَنْتَ لَتَكُوْنُ مِنَ الْغٰثِقِیْنَ (آیت: ۴۰) اگر تو دیکھتا جب کہ یہ گنہگار اللہ کے

سامنے کھڑے ہوئے ہوں گے ایک دوسرے پر الزام رکھ رہے ہوں گے، ضعیف لوگ مشکبہوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن بن جاتے، وہ جواب دیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا؟ وہ تو تمہارے سامنے کھلی ہوئی موجودگی بات یہ ہے کہ تم خود ہی گنہگار بدکردار تھے۔ یہ پھر کہیں گے کہ نہیں نہیں تمہاری دن رات کی چالاکیوں نے اور تمہاری اس تعلیم نے (کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے شریک ٹھہرائیں) ہمیں گم کردہ راہ بنادیا، بات یہ ہے کہ سب کے سب اس وقت سخت نادم ہوں گے لیکن ندامت کو دبانے کی کوشش میں ہوں گے، کفار کی گردنوں میں طوق پڑے ہوں گے اور انہیں ان کے اعمال کا بدلہ ضرور دیا جائے گا نہ کم نہ زیادہ بلکہ (پورا پورا)۔

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ
أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي
سَمِّ الْخِيَاطِ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ۝ لَّهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ
مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ۝

ہماری آیات کو جھٹلانے والوں اور ان سے انکار پھینکنے والوں کے لئے ذوق آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں پہنچ سکیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گزر جائے، گنہگاروں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں ○ ان کے لئے آگ ہی کا جھجھکا ہوگا اور ان کے اوپر سے اڑھنا بھی آگ ہی کا ہوگا، ہم ان ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ○

بدکاروں کی روحمیں دھتکاری جاتی ہیں: ☆ ☆ (آیت: ۴۰-۴۱) کافروں کے ذوق ایک اعمال اللہ کی طرف چڑھیں نہ ان کی دعائیں قبول ہوں نہ ان کی روحوں کے لئے آسمان کے دروازے کھلیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جب بدکاروں کی روحمیں قبض کی جاتی ہیں اور فرشتے انہیں لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں تو فروشوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ ضعیف روح کس کی ہے؟ یہ اس کا بدلہ سے بدنام لے کر بتاتے ہیں کہ فلاں کی یہاں تک کہ یہ اسے آسمان کے دروازے تک پہنچاتے ہیں لیکن ان کے لئے دروازہ کھولا نہیں جاتا۔

پھر حضور ﷺ نے آیت لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ پڑھی۔ یہ بہت لمبی حدیث ہے جو سنن میں موجود ہے مومن کی روح کے ساتھ فرشتوں کا برتاؤ، مسند احمد میں یہ حدیث پوری یوں ہے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک انصاری کے جنازے میں ہم حضور کے ساتھ تھے، جب قبرستان پہنچے تو قبر تیار ہونے میں کچھ دیر تھی، ہم سب بیٹھ گئے اور اس طرح خاموش اور باادب تھے کہ گویا ہمارے سروں پر پر پرند ہیں نبی ﷺ کے ہاتھ میں ایک تھکا تھا جسے آپ زمین پر پھرا رہے تھے، تھوڑی دیر میں آپ نے سر اٹھا کر دو بار یا تین بار ہم سے فرمایا کہ عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو، پھر فرمایا مومن جب دنیا کی آخری اور آخرت کی پہلی گھڑی میں ہوتا تو اس کے پاس آسمان سے نورانی چہروں والے فرشتے آتے ہیں گویا کہ ان کا منہ آفتاب ہے، ان کے ساتھ جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے، وہ آ کر مرنے والے مومن کے پاس بیٹھ جاتے ہیں جہاں تک اس کی نگاہ کام کرتی ہے فرشتے یہ فرشتے نظر آتے ہیں، پھر حضرت ملک الموت آ کر اس کے سر ہانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں اے اطمینان والی روح اللہ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف چل، یہ سننے ہی وہ روح اس طرح بدن سے نکل جاتی ہے جیسے مشک کے منہ سے پانی کا قطرہ ٹپک جائے اسی وقت ایک پلک جھپکنے کے برابر کی دیر میں وہ بخشتی فرشتے اس

پاک روح کو اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں اور جنتی کفن اور جنتی خوشبو میں رکھ لیتے ہیں اس میں ایسی عمدہ اور بہترین خوشبو لگتی ہے کہ کبھی دنیا والوں نے نہ سونگھی ہو اب یہ اسے لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں فرشتوں کی جو جماعت انہیں ملتی ہے وہ پوچھتی ہے کہ یہ پاک روح کس کی ہے؟ یہ اس کا بہتر سے بہتر جو نام دنیا میں مشہور تھا وہ لے کر کہتے ہیں فلاں کی یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں دروازہ کھولا کر اوپر چڑھ جاتے ہیں یہاں سے اس کے ساتھ اسے دوسرے آسمان تک پہنچانے کے لئے فرشتوں کی اور بڑی جماعت ہو جاتی ہے اسی طرح ساتویں آسمان تک پہنچتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے اس میرے بندے کی کتاب علمین میں رکھ کر اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو میں نے انہیں اسی سے پیدا کیا ہے اسی میں لوٹاؤں گا اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا۔ قبر میں سوال و جواب اور قبر کا ساتھی پس وہ روح لوٹا دی جاتی ہے وہیں اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں؟ اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر پوچھتے ہیں کہ وہ شخص جو تم میں بھیجے گئے کون تھے؟ وہ کہتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتے اس سے دریافت کرتے ہیں کہ تجھے کیسے معلوم ہوا؟ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اور اسے چامانا وہیں آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے اس کے لئے جنت کا فرش بچھا دو اسے جنتی لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دو پس اس کے پاس جنت کی ترازوی اس کی خوشبو اور وہاں کی ہوا آتی رہتی ہے اور اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے اسے کشادگی ہی کشادگی نظر آتی ہے۔ اس کے پاس ایک نہایت حسین و جمیل شخص لباس فاخرہ پہنے ہوئے خوشبو لگائے ہوئے آتا ہے اور اس سے کہتا ہے خوش ہو جا یہی وہ دن ہے جس کا تجھے وعدہ دیا جاتا تھا۔ اسے پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تیرے چہرے سے بھلائی پائی جاتی ہے وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں اب تو مومن آرزو کرنے لگتا ہے کہ اللہ کرے قیامت آج ہی قائم ہو جائے تاکہ میں جنت میں پہنچ کر اپنے مال اور اپنے اہل و عیال کو پالوں کافر، مشرک کی روح کے ساتھ فرشتوں کا برتاؤ۔ کافر کی جب دنیا کی آخر گھڑی آتی ہے تو اس کے پاس سیاہ چہرے والے فرشتے آسمان سے آتے ہیں ان کے ساتھ ٹاٹ ہوتا ہے اس کی نگاہ تک اسے یہی نظر آتے ہیں پھر ملک الموت آ کر اس کے سر ہانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں اے غیبیہ روح اللہ کی ناراضگی اور اس کے غضب کی طرف چلے یہ نہ کہ وہ روح بدن میں چھپے گئی ہے جسے ملک الموت جبراً کھینچ کر نکالتے ہیں اسی وقت وہ فرشتے ان کے ہاتھ سے ایک آنکھ جھپکنے میں لے لیتے ہیں اور اس جہنمی ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں اور اس سے نہایت ہی سڑی ہوئی بدبو نکلتی ہے یہ اسے لے کر چڑھنے لگتے ہیں فرشتوں کا جو گردہ ملتا ہے اس سے پوچھتا ہے کہ یہ ناپاک روح کس کی ہے؟ یہ اس کی روح جس کا بدترین نام دنیا میں تھا انہیں بتاتے ہیں پھر آسمان کا دروازہ اس کے لئے کھولا جاتا ہے جس میں کھولا نہیں جاتا پھر رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کی یہ آیت لا تفتح الخ، تلاوت فرمائی۔

جناب باری عزوجل کا ارشاد ہوتا ہے اس کی کتاب تحمین میں سب سے نیچے کی زمین میں رکھ پھر اس کی روح وہاں سے پھینک دی جاتی ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتُحَطُّهُ الطَّيْرُ أَطْوَرُ أَمْ يَكُونُ مِنَ الَّذِينَ فِي مَكَانٍ سَجِيئٍ یعنی جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا گویا وہ آسمان سے گر پڑا پس اسے یا تو پرندہ اچک لے جائیں گے یا ہوا میں کسی دور دراز کی دراؤنی ویران جگہ پر پھینک دیں پھر میں سوال و جواب اور قبر کا ساتھی اب اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے پہنچتے ہیں اسے اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ یہ کہتا ہے ہائے مجھے خبر نہیں پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ جواب دیتا ہے افسوس مجھے اس کی بھی خبر نہیں پھر پوچھتے ہیں بتا اس شخص کی بات تو کیا کہتا ہے جو تم میں بھیجے گئے تھے؟ یہ کہتا ہے آہ افسوس میں اس کا جواب بھی نہیں جانتا اسی وقت آسمان سے ندا ہوتی ہے کہ میرے اس غلام نے غلط کہا اس کے لئے جہنم کی آگ بجھا

دور و درجنم کا دروازہ اس کی قبر کی طرف کھول دو وہاں سے اسے گرمی اور آگ کے جمونے آنے لگتے ہیں اس کی قبر اس پر ٹھک ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ادھر کی پسلیاں ادھر اور ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں اس کے پاس ایک شخص نہایت مکروہ اور ذراؤنی صورت والا برے کپڑے پہنے بری بدبو والا آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ اب اپنی برائیوں کا مزہ چکھ اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا یہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تیرے تو چہرے سے وحشت اور برائی ٹپک رہی ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا خبیث عمل ہوں یہ کہتا ہے 'یا اللہ قیامت قائم نہ ہونا انجام کار اسی روایت کی دوسری سند میں ہے کہ موسیٰ کی روح کو دیکھ کر آسمان و زمین کے تمام فرشتے دعائے مغفرت و رحمت کرتے ہیں اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ہر دروازے کے فرشتوں کی تمنا ہوتی ہے کہ اللہ کرے یہ روح ہماری طرف سے آسمان پر چڑھے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ کافر کی قبر میں اعدھا بہلو گونگا فرشتہ مقرر ہو جاتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک گرز ہوتا ہے کہ گراے کسی بڑے پہاڑ پر مارا جائے تو وہ مٹی ہو جائے پھر اسے جیسا وہ تھا اللہ تعالیٰ کر دیتا ہے فرشتہ دوبارہ اسے گرز مارتا ہے جس سے یہ چیخنے چلانے لگتا ہے جسے انسان اور جنات کے سوا تمام مخلوق سنتی ہے ابن جریر میں ہے کہ نیک صالح شخص سے فرشتے کہتے ہیں اے مطمئن نفس جو طیب جسم میں تھا تو تعریفوں والا بن کر نکل اور جنت کی خوشبو اور نسیم جنت کی طرف چل۔ اس اللہ کے پاس چل جو تجھ پر غصے نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب اس روح کو لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں دروازہ کھلواتے ہیں تو پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟ یہ اس کا نام بتاتے ہیں تو وہ اسے مرحبا کہہ کر وہی کہتے ہیں یہاں تک کہ یہ اس آسمان میں پہنچتے ہیں جہاں اللہ ہے اس میں یہ بھی ہے کہ برے شخص سے وہ کہتے ہیں اے خبیث نفس! جو خبیث جسم میں تھا تو برا بن کر نکل اور تیز کھولتے ہوئے پانی اور لوہو پیپ اور اسی قسم کے مختلف عذابوں کی طرف چل اس کے نکلنے تک فرشتے اسے یہی سناتے رہتے ہیں پھر اسے لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟ یہ اس کا نام بتاتے ہیں تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں اس خبیث کو مرحبا نہ کہو یہ تھی بھی خبیث جسم میں تو بد بن کر لوٹ جا اس کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے اور آسمان و زمین کے درمیان چھوڑ دی جاتی ہے پھر قبر کی طرف لوٹ آتی ہے۔

ابن جریر نے لکھا ہے کہ نہ ان کے اعمال چھین نہ ان کی روحیں اس سے دونوں قول مل جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ اس کے بعد کے جملے میں جمہور کی قرات تو حَمَلٌ ہے جس کے معنی تراوٹ کے ہیں لیکن ایک قرات میں جَمَلٌ ہے اس کے معنی بڑے پہاڑ کے ہیں۔ مطلب ہے ہر صورت ایک ہی ہے کہ نہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گذر سکے نہ پہاڑ اسی طرح کافر جنت میں نہیں جاسکتا ان کا اوڑھنا بچھونا آگ ہے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا
أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۵﴾

جن لوگوں نے ایمان قبول کر کے نیک اعمال کئے ناممکن ہے کہ ہماری طرف سے کسی پر وہ بوجھ والا جائے جس کا وہ قفل نہ ہو سکے یہ لوگ جنتی ہیں اور یہ ہیں ہمیشہ

رہنے والے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل انسانی بس میں ہے! ☆ ☆ (آیت ۴۲) اور پر گنہگاروں کا ذکر ہوا یہاں اب نیک بختوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ جن کے دل میں ایمان ہے اور جو اپنے جسم سے قرآن وحدیث کے مطابق کام کرتے ہیں بخلاف بدکاروں کے کہ وہ دل میں کفر رکھتے ہیں اور عمل سے دور بھاگتے ہیں۔ پھر فرمان ہے کہ ایمان اور نیکیاں انسان کے بس میں ہیں۔ اللہ کے احکام انسانی طاقت سے زیادہ نہیں

ہیں۔ ایسے لوگ جنتی ہیں اور ہمیشہ جنت میں ہی رہیں گے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍّ تَجَرَّيْ مِنْ تَحْتِهِمُ
الْأَنْهَارُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا
لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنَّ هَدَانَا اللَّهُ لَقَدْ جَاءَتْ رَسُولُ رَبِّنَا
بِالْحَقِّ وَنُودُوا أَنْ تِلْكَ كُمُ الْبَحَّةُ أَوْرِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُونَ ﴿۴۳﴾

ان کے سینوں میں جو کچھ تھا ہم نے سب نکال دیا ان کے نیچے سے نہریں لہریں بہہ رہی ہیں یہ کہیں گے کہ مکمل تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی ہم تو اس کی راہ پا ہی نہ سکتے تھے اگر اللہ تعالیٰ ہماری رہبری نہ کرتا یقیناً ہمارے پاس رب کے رسول حق لائے منادی کی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے تم بہ سب اپنے کئے ہوئے اعمال کے وارث بنادینے گئے ہو

(آیت: ۴۳) ان کے دلوں میں سے آپس کی کدورتیں حسد بغض دور کر دیئے جائیں گے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حدیث میں ہے کہ مومن آگ سے چھٹکارا حاصل کر کے جنت و دوزخ کے درمیان ایک ہی پل پر روک دیئے جائیں گے وہاں ان کے آپس کے مظالم کا بدلہ ہو جائے گا اور پاک ہو کر جنت میں جانے کی اجازت پائیں گے واللہ وہ لوگ اپنے اپنے درجوں کو اور مکانوں کو اس طرح پہچان لیں گے جیسے دنیا میں جان لیتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ سدی رحمت اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اہل جنت دروازہ جنت پر ایک درخت دیکھیں گے جس کی جڑوں کے پاس سے دو نہریں بہہ رہی ہوں گی یہ ان میں سے ایک کا پانی پئیں گے جس سے دلوں کی کدورتیں دھل جائیں گی یہ شراب طلبو رہے پھر دوسری نہریں غسل کریں گے جس سے چہروں پر تروتازگی آجائے گی پھر نہ تو بال بکھریں نہ سر نہ لگانے اور سنگھار کرنے کی ضرورت پڑے۔

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی جیسا قول مروی ہے جو آیت وَيَسْبِقُ الَّذِينَ اتَّقَوْا کی تفسیر میں آئے گا۔ ان شاء اللہ۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ ان شاء اللہ میں اور عثمان اور طلحہ اور زبیر ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے دل اللہ تعالیٰ صاف کر دے گا فرماتے ہیں کہ ہم اہل بدر کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ ابن مردود یہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر جنتی کو اپنا جہنم کا ٹھکانا دکھایا جائے گا تاکہ وہ اور بھی شکر کرے اور وہ کہے گا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے ہدایت عنایت فرمائی۔ اور ہر جہنمی کو اپنا جہنم کا ٹھکانا دکھایا جائے گا تاکہ اس کی حسرت بڑھے اس وقت وہ کہے گا کاش کہ میں راہ یافتہ ہوتا۔ پھر جنتیوں کو جنت کی جگہیں دے دی جائیں گی اور ایک منادی ندا کرے گا کہ یہی وہ جنت ہے جس کے تم بہ سب اپنی نیکیوں کے وارث بنادینے گئے یعنی تمہارے اعمال کی وجہ سے تمہیں رحمت رب ملی اور رحمت رب سے تم داخل جنت ہوئے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا یاد رکھو! تم میں سے کوئی بھی صرف اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جاسکتا لوگوں نے پوچھا آپ بھی نہیں؟ فرمایا میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت و فضل میں ڈھانپ لے۔

وَنَادَىٰ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَن قَدْ وَجَدْنَا
 مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ
 حَقًّا ۖ قَالُوا نَعَمْ ۖ قَالُوا فَاذْنِ مُؤَدِّرٍ بَيْنَهُم ۖ إِنَّ لَعْنَةَ
 اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ
 اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ۖ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَفِرُونَ ۝

جنتی جنیوں سے پکار کر کہیں گے کہ ہم سے ہمارے رب کا جو وعدہ تھا، ہم نے اسے بالکل سچا پایا، کیا تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے بھی اسے سچا پایا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہاں! پس اسی وقت ان کے درمیان ایک منادی ندا کرے گا کہ نا انصافوں پر اللہ کی لعنت ہے ○ جو راہ اللہ سے لوگوں کو روکنے والے اور اسے

نیز ہار کرنے کی کوشش کرتے رہے اور جو آخرت کے بھی منکر رہے ○

جنیوں اور دوزخیوں میں مکالمہ: ☆ ☆ (آیت ۴۴-۴۵) جنتی جب جنت میں جا کر امن چین سے بیٹھ جائیں گے تو دوزخیوں کو شرمندہ کرنے کے لئے ان سے دریافت فرمائیں گے کہ ہم نے تو اپنے رب کے ان وعدوں کو جو ہم سے کئے گئے تھے صحیح پایا، تم اپنی کہو۔ ”ان“ یہاں پر منسوخ ہے قول مخذوف کا اور ”قد“ تحقیق کے لئے ہے۔ اس کے جواب میں مشرکین ندامت سے کہیں گے کہ ہاں ہم نے بھی اپنے رب کے ان وعدوں کو جو ہم سے کئے تھے ٹھیک پایا۔ جیسا سورہ صافات میں فرمان ہے کہ اہل جنت میں سے ایک کہے گا کہ میرا ایک ساتھی تھا جو مجھ سے تعجب کے ساتھ سوال کیا کرتا تھا کہ کیا تو بھی ان لوگوں میں سے ہے جو قیامت کے قائل ہیں؟ کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیاں ہو کر رہ جائیں گے، کیا واقعی ہی ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ اور ہمیں بدلے دیئے جائیں گے؟ یہ کہہ کر وہ اوپر سے جھانک کر دیکھنے لگا تو اپنے اس ساتھی کو بچہ جنم میں پائے گا، کہے گا قسم اللہ کی تو تو مجھے بھی تباہ کرنے ہی تو تھا اگر میرے رب کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو میں بھی آج گرفتار عذاب ہوتا، اب بتاؤ دنیا میں جو کہا کرتا تھا، کیا سچا تھا کہ ہم مر کر جینے والے اور بدلہ لیتے والے ہی نہیں؟ اس وقت فرشتے کہیں گے، یہی وہ جنم ہے جسے تم جھوٹا مان رہے تھے، اب بتاؤ کیا یہ جادو ہے؟ یا تمہاری آنکھیں نہیں ہیں؟ اب یہاں پڑے جلتے بھستے رہو، صبر اور بے صبری دونوں نتیجے کے اعتبار سے تمہارے لئے یکساں ہے، تمہیں اپنے کئے کا بدلہ پانا ہی ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے کفار قریش کے ان مفتولوں کو جو بدر میں کام آئے تھے اور جن کی لاشیں ایک کھائی میں تھیں، ڈانٹنا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ اے ابو جہل بن ہشام، اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ اور دوسرے سرداروں کا بھی نام لیا اور فرمایا، کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا؟ میں نے تو اپنے رب کے وعدہ کو دیکھ لئے جو اس نے مجھ سے کئے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ! آپ ان سے باتیں کر رہے ہیں جو مر کر مردہ ہو گئے؟ تو آپ نے فرمایا، اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میری بات کو تم بھی ان سے زیادہ نہیں سن رہے، لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔ پھر فرماتا ہے کہ اسی وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ معلوم کرو اے گا کہ ظالموں پر رب کی ابدی لعنت واقع ہو چکی، جو لوگوں کو راہ حق اور شریعت ہدئی سے روکتے تھے اور چاہتے تھے کہ اللہ کی شریعت نیز مٹی کی گردیں تا کہ اس پر کوئی عمل نہ کرے، آخرت پر بھی یقین نہ تھا، اللہ کی ملاقات کو نہیں مانتے تھے، اسی لئے بے پرواہی سے برائیاں کرتے تھے، حساب کا ڈر نہ تھا، اس لئے سب سے زیادہ بد زبان اور بد اعمال تھے۔

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا
 بِسِيمَاهُمْ وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلِّمُوا عَلَيْكُمْ
 لَمَّا دَخَلُوهَا وَهُمْ يَمْطَمَعُونَ ۚ وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ
 تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ
 الظَّالِمِينَ ۝۷

۵۸

ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو ہر ایک کو ان کے چہروں کے نشان سے پہچانتے ہوں گے وہ جنتیوں سے کہیں گے کہ تم پر سلام ہو گو وہ جنت میں نہیں گئے لیکن انہیں امید ہے ○ اور جب ان کی نگاہیں دوزخیوں کی طرف جا پڑتی ہیں تو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں ظالم لوگوں کے ساتھ نہ کر دینا ○

جنت اور جہنم میں دیوار اور اعراف والے: ☆ ☆ (آیت ۳۶-۳۷) جنتیوں اور دوزخیوں کی بات بیان فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ جنت دوزخ کے درمیان ایک اور حجاب حد فاصل اور دیوار ہے کہ وہ دوزخیوں کو جنت سے فاصلے پر رکھے۔ اسی دیوار کا ذکر آیت فَضَرَبَ بَيْنَهُمْ بِسُورًا میں ہے یعنی ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہے اس کے اندر رحمت ہے اور باہر عذاب ہے اسی کا نام اعراف ہے۔ اعراف عرف کی جمع ہے ہر اونچی زمین کو عرف میں عرفہ کہتے ہیں اسی لئے مرغ کے سر کی کلنگ (کلفی) کو بھی عرب میں عرف الدلیک کہا جاتا ہے کیونکہ اونچی جگہ ہوتا ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں یہ ایک اونچی جگہ ہے جنت دوزخ کے درمیان جہاں کچھ لوگ روک دیئے جائیں گے۔

سدیٰ فرماتے ہیں اس کا نام اعراف اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہاں کے لوگ اور لوگوں کو جانتے پہچانتے ہیں یہاں کون کون لوگ ہوں گے؟ اس میں بہت سے اقوال ہیں۔ سب کا حاصل یہ ہے کہ وہ یہ لوگ ہوں گے جن کے گناہ اور نیکیاں برابر ہوں گی بعض سلف سے بھی یہی منقول ہے۔ حضرت حذیفہؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ نے یہی فرمایا ہے اور یہی بعد والے مفسرین کا قول ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے لیکن سند اودھ حدیث غریب ہے ایک اور سند سے مروی ہے کہ حضورؐ سے جب ان لوگوں کی بابت جن کی نیکیاں بدایاں برابر ہوں اور جو اعراف والے ہیں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا یہ وہ نافرمان لوگ ہیں جو اپنے باپ کی اجازت بغیر نکلے پھر اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے۔ اور روایت میں ہے کہ یہ لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے اور اپنے والدین کے نافرمان تھے تو جنت میں جانے سے باپ کی نافرمانی نے روک دیا اور جہنم میں جانے سے شہادت نے روک دیا۔ ابن ماجہ وغیرہ میں بھی یہ روایات ہیں اب اللہ ہی کو ان کی صحت کا علم ہے بہت ممکن ہے کہ یہ موقوف روایات ہوں بہر صورت ان سے اصحاب اعراف کا حال معلوم ہو رہا ہے۔ حضرت حذیفہؓ سے جب ان کی بابت سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں بدایاں برابر برابر تھیں برائیوں کی وجہ سے جنت میں نہ جاسکے اور نیکیوں کی وجہ سے جہنم سے بچ گئے ہیں یہاں آڑ میں روک دیئے جائیں گے یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ ان کے بارے میں سرزد ہو۔

اور آیت میں آپؐ سے مروی ہے کہ یہ دوزخیوں کو دیکھ دیکھ کر ڈر رہے ہوں گے اور اللہ سے نجات طلب کر رہے ہوں گے کہ اچانک

انکارب ان کی طرف دیکھے گا اور فرمائے گا جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ، میں نے تمہیں بخشا حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں قیامت کے دن لوگوں کا حساب ہوگا، کسی شخص ایک نیکی بھی اگر برائیوں سے بڑھ گئی تو وہ داخل جنت ہوگا اور اگر کسی کی ایک برائی بھی نیکیوں سے زیادہ ہوگئی تو دوزخ میں جائے گا پھر آپ نے فَمَنْ قُتِلَ مَوْزِنًا سے دو آیات تک تلاوت کیں اور فرمایا ایک رائی کے دانے کے برابر کی کمی زیادتی سے میزان کا پلڑا ہلکا بھاری ہو جاتا ہے اور جن کی نیکیاں بدیاں برابر برابر ہوئیں یہ اعراف والے ہیں یہ بھہرائے جائیں گے اور جنتی دوزخی مشہور ہو جائیں گے۔ یہ جب جنت کو دیکھیں گے تو اہل جنت پر سلام کریں گے اور جب جہنم کو دیکھیں گے تو اللہ سے پناہ طلب کریں گے۔ نیک لوگوں کو نور ملے گا جو ان کے آگے اور ان کے دائیں موجود رہے گا۔ ہر انسان کو وہ مرد ہوں خواہ عورتیں ہوں ایک نور ملے گا لیکن پل صراط پر منافقوں کا نور چھین لیا جائے گا۔ اس وقت سچے مومن اللہ سے اپنے نور کے باقی رہنے کی دعائیں کریں گے۔ اعراف والوں کا نور چھینا نہیں جائے گا وہ ان کے آگے آگے موجود ہوگا انہیں جنت میں جانے کی طرح ہوگی۔ لوگو ایک نیک دس گئی کر کے لکھی جاتی ہے اور برائی اتنی ہی لکھی جاتی ہے جتنی ہو افسوس ان پر جن کی اکائیاں دہائیوں پر غالب آ جائیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ اعراف ایک دیوار ہے جو جنت دوزخ کے درمیان ہے، اصحاب اعراف وہیں ہوں گے۔ جب انہیں عافیت دینے کا اللہ کا ارادہ ہوگا تو حکم ملے گا انہیں نہر حیات کی طرف لے جاؤ اس کے دونوں کناروں پر سونے کے خیمے ہوں گے جو موتیوں سے مرصع ہوں گے اس کی مٹی مشک خالص ہوگی اس میں غوطہ لگاتے ہی ان کی رنگتیں نکھر جائیں گی اور ان کی گردنوں پر ایک سفید چمکیلا نشان ہو جائے گا جس سے وہ پہچان لئے جائیں یہ اللہ کے سامنے لائے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو چاہو مانگو یہ مانگیں گے یہاں تک کہ ان کی تمام تمنائیں اللہ تعالیٰ پوری کر دے گا پھر فرمائے گا ان جیسی ستر گنا اور نعمتیں بھی میں نے تمہیں دیں پھر یہ جنت میں جائیں گے وہ علامت ان پر موجود ہوگی جنت میں ان کا نام مسکین اہل جنت ہوگا۔ یہی روایت حضرت مجاہد کے اپنے قول سے بھی مروی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم ایک حسن سند کی مرسل حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراف والوں کی نسبت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ان کا فیصلہ سب سے آخر میں ہوگا رب العالمین جب اپنے بندوں کے فیصلہ کر چکے گا تو ان سے فرمائے گا کہ تم لوگوں کو تمہاری نیکیوں نے دوزخ سے تو محفوظ کر لیا لیکن تم جنت میں جانے کے حقدار ثابت نہیں ہوئے اب تم کو میں اپنی طرف سے آزاد کرتا ہوں جاؤ جنت میں رہو سہو اور جہاں چاہو کھاؤ پیو یہ بھی کہا گیا کہ یہ زنا کی اولاد ہیں۔

ابن عساکر میں فرمان نبی ہے کہ مومن جنوں کو ثواب ہے اور ان میں سے جو برے ہیں انہیں عذاب بھی ہوگا، ہم نے ان کے ثواب اور ان کے ایما اندازوں کی بابت حضور سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا وہ اعراف میں ہوں گے جنت میں میری امت کے ساتھ نہ ہوں گے۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ اعراف کیا ہے؟ فرمایا جنت کا ایک باغ جہاں نہریں جاری ہیں اور پھل پک رہے ہیں۔ (تہذیبی) حضرت مجاہد فرماتے ہیں یہ صالح دیندار فقہاء علماء لوگ ہوں گے۔ ابو بکر فرماتے ہیں یہ فرشتے ہیں جنت دوزخ والوں کو جانتے ہیں پھر آپ نے ان آیات کی تلاوت کی اور فرمایا سب جنتی جنت میں جانے لگیں گے تو کہا جائے گا کہ تم امن و امان کے ساتھ بے خوف و خطر ہو کر جنت میں جاؤ اس کی سند کو ٹھیک ہے لیکن یہ قول بہت غریب ہے۔ کیونکہ روانی عبارت بھی اس کے خلاف ہے اور جمہور کا قول ہی مقدم ہے کیونکہ آیت کے ظاہری الفاظ کے مطابق ہے حضرت مجاہد کا قول بھی جو اوپر بیان ہوا غرابت سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں بارہ قول نقل کئے ہیں، صلحا، انبیاء، ملائکہ وغیرہ۔ یہ جنتیوں کو ان کے چہرے کی رونق اور سفیدی سے

اور دوزخیوں کو ان کے چہرے کی سیاہی سے پہچان لیں گے۔ یہ یہاں اس لئے ہیں کہ ہر ایک کا امتیاز کر لیں اور سب کو پہچان لیں یہ جنتیوں سے سلام کریں گے جہنمیوں کو دیکھ کر اللہ کی پناہ چاہیں گے اور طمع رکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں بھی بہشت بریں میں پہنچا دیں یہ طمع ان کے دل میں اللہ نے اسی لئے ڈالا ہے کہ اس کا ارادہ انہیں جنت میں لے جانے کا ہو چکا ہے۔ جب وہ اہل دوزخ کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ پروردگار ہمیں ظالموں میں سے نہ کر جب کوئی جماعت جہنم میں پہنچائی جاتی ہے تو یہ اپنے بچاؤ کی دعائیں کرنے لگتے ہیں۔ جہنم سے ان کے چہرے کو نئے جیسے ہو جائیں گے لیکن جب جنت والوں کو دیکھیں گے تو یہ چیز چہروں سے دور ہو جائے گی۔ جنتیوں کے چہروں کی پہچان نورانیت ہوگی اور دوزخیوں کے چہروں پر سیاہی اور آنکھوں میں بھیگنا پھیلے گا۔

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رَجُلًا لَا يَعْرِفُونَهُمْ بِسِيمَاهُمْ
قَالُوا مَا آغْنَىٰ عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿۵۸﴾
أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ ادْخُلُوا
الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿۵۹﴾

اعراف والے ان لوگوں کو جنہیں وہ ان کے چہروں کے نشان سے پہچان لیں گے کہیں گے کہ تمہیں تمہارے جمع ہونے سے پہچان نہیں آئے گی اور نہ تمہاری شکل پہچانی جاوے گی۔ کیا سب سے زیادہ لوگ ہیں جن کی نسبت تم تمہیں کما کما کر کہا کرتے تھے کہ انہیں اللہ کوئی رحمت نہ دے گا؟ تم جنت میں جاؤ تو تم پر کوئی ڈر خوف ہے اور نہ تم تمہیں اندیشہ ہے اور ہر اسال ہووے گی

کفر کے ستون اور ان کا حشر: ☆ ☆ (آیت: ۵۸-۵۹) کفر کے جن ستونوں کو کافروں کے جن سرداروں کو اعراف والے ان کے چہروں سے پہچان لیں گے انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر کے پوچھیں گے کہ آج تمہاری کثرت جمعیت کہاں گئی؟ اس نے تو تمہیں مطلقاً فائدہ نہ پہنچایا آج وہ تمہاری اکڑوں کیا ہوئی، تم تو بری طرح عذابوں میں جکڑ دیئے گئے۔ ان کے بعد نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں فرمایا جائے گا کہ بد بختی ان کی نسبت تم کہا کرتے تھے کہ اللہ انہیں کوئی راحت نہیں دے گا۔ اے اعراف والو! تمہیں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ جاؤ آرام و سکون اور بغیر کسی خطرے کے داخل ہو جاؤ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اعراف والوں کے اعمال صالحہ اس قابل نہ نکلے کہ انہیں جنت میں پہنچائیں، لیکن اتنی برائیاں بھی ان کی تھیں کہ دوزخ میں جائیں، تو یہ اعراف پر ہی روک دیئے گئے لوگوں کو ان کے اندازے سے پہچانتے ہوں گے۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں فیصلے کر چکے گا شفاعت کی اجازت دے گا لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے آدم! آپ ہمارے باپ ہیں ہماری شفاعت اللہ تعالیٰ کی جناب میں کیجئے آپ جواب دیں گے کہ بتاؤ کیا کہ میرے سوا کسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہوا اپنی روح اس میں پھونکی ہوا اپنی رحمت اس پر اپنے غضب سے پہلے پہنچائی ہوا اپنے فرشتوں سے اسے سجدہ کرایا ہو؟ سب جواب دیں گے کہ نہیں ایسا کوئی آپ کے سوا نہیں آپ فرمائیں گے میں اس کی حقیقت سے بے خبر ہوں میں تمہاری شفاعت نہیں کر سکتا ہاں تم میرے لڑکے ابراہیم کے پاس جاؤ۔ اب سب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے اور ان سے شفاعت کرنے کی درخواست کریں گے۔ آپ جواب دیں گے کہ کیا تم جانتے ہو کہ میرے سوا اور کوئی غلیل اللہ ہوا ہوا یا اللہ کے بارے میں اس کی قوم نے آگ میں پھینکا ہو؟ سب کہیں گے نہیں آپ کے سوا اور کوئی نہیں فرمائیں گے مجھے اس کی حقیقت معلوم نہیں میں تمہاری

درخواست شفاعت نہیں لے جاسکتا، تم میرے لڑکے موسیٰ کے پاس جاؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ بتاؤ میرے سوا اللہ نے کسی کو اپنا کلیم بنایا، اپنی سرگوشیوں کے لئے نزدیکی عطا فرمائی؟ جواب دیں گے کہ نہیں، فرمائیں گے، میں اس کی حقیقت سے بے خبر ہوں، میں تمہاری سفارش کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، ہاں تم حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے شفاعت طلبی کا تقاضا کریں گے۔ حضرت عیسیٰ جواب دیں گے کہ کیا تم جانتے ہو کہ میرے سوا کسی کو اللہ نے بے باپ کے پیدا کیا ہو؟ جواب ملے گا کہ نہیں۔ پوچھیں گے جانتے ہو کہ کوئی مادرزاد اندھوں اور کورکھوں کو بحکم الہی میرے سوا اچھا کرتا ہو یا کوئی مردہ کو بحکم اللہ زندہ کر دیتا ہو؟ کہیں گے کہ کوئی نہیں، فرمائیں گے کہ میں تو آج اپنے نفس کے بچاؤ میں ہوں، میں اس کی حقیقت سے بے خبر ہوں، مجھ میں اتنی طاقت کہاں کہ تمہاری سفارش کر سکوں، ہاں تم سب کے سب حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ چنانچہ سب لوگ میرے پاس آئیں گے، میں اپنا سید ٹھوٹک کر کہوں گا کہ ہاں ہاں میں اسی لئے موجود ہوں پھر میں چل کر اللہ کے عرش کے سامنے ٹھہر جاؤں گا اپنے رب عزوجل کے پاس پہنچ جاؤں گا اور ایسی ایسی اس کی تعریفیں بیان کروں گا کہ کسی سننے والے نے کبھی نہ سنی ہوں، پھر سجدے میں گر پڑوں گا، پھر مجھ سے فرمایا جائے گا کہ اے محمد ﷺ اپنا سرا اٹھاؤ، مانگو دیا جائے گا شفاعت کر، قبول کی جائے گی۔

پس میں اپنا سرا اٹھا کر کہوں گا، میرے رب میری امت اللہ تعالیٰ فرمائے گا، وہ سب تیری ہی ہے پھر تو ہر پیغمبر اور ہر ایک فرشتہ رخصت کرنے لگے گا، یہی مقام مقام محمود ہے۔ پھر میں ان سب کو لے کر جنت کی طرف آؤں گا، جنت کا دروازہ کھلوں گا اور وہ میرے لئے اور ان کے لئے کھول دیا جائے گا۔ پھر انہیں ایک نہر کی طرف لے جائیں گے جس کا نام نہر الحیۃ ان ہے، اس کے دونوں کناروں پر سونے کے محل ہیں جو یاقوت سے جڑاؤ کئے گئے ہیں، پھر وہ لوگ اس میں غسل کریں گے جس سے جنتی رنگ اور جنتی خوشبو ان میں پیدا ہو جائے گی اور چمکتے ہوئے ستاروں جیسے وہ نورانی ہو جائیں گے۔ ہاں ان کے سینوں پر سفید نشان باقی رہ جائیں گے، جس سے وہ پہچانے جائیں گے انہیں مساکین اہل جنت کہا جائے گا۔

وَنَادَىٰ اصْحَابُ النَّارِ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيضُوا عَلَيْنَا
مِنَ الْمَاءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمْ اللّٰهُ قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهَا
عَلَى الْكَافِرِيْنَ ۗ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّعَرَّثَهُمُ
الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنَسُّهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ
هٰذَا وَمَا كَانُوْا بِاٰتِيْنَ اِيْحَدُوْنَ ۝

دوزخی لوگ جنتیوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہم پر تو ہوا سا پانی ہی بہاؤ یا جو کچھ اللہ نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے ہی کچھ دیدو؟ وہ جواب دیں گے کہ یہ دونوں چیزیں اللہ نے کافروں پر حرام کر دی ہیں ○ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل قرار دیا اور جنہیں دنیا کی زندگی نے ہموکا دے رکھا تھا، پس آج ہم انہیں قصداً بھلا دیں گے جیسے کہ انہوں نے اس دن کی ملاقات کو بھلا کر رکھا تھا اور ہماری آیات سے انکار کرتے تھے ○

جیسی کرنی ویسی بھرنی ☆ ☆ (آیت: ۵۰-۵۱) دوزخیوں کی ذلت و خواری اور ان کا بھیک مانگنا اور ڈانٹ دیا جانا بیان ہو رہا ہے کہ وہ جنتیوں سے پانی یا کھانا مانگیں گے اور اپنے نزدیک کے رشتے کٹنے والے جیسے باپ، بیٹے، بھائی، بہن وغیرہ سے کہیں گے کہ ہم جل

بھن رہے ہیں بھوکے پیاسے ہیں ہمیں ایک گھونٹ پانی یا ایک لقمہ کھانا دے دو جتنی حکم الہی انہیں جواب دیں گے کہ یہ سب کچھ کفار پر حرام ہے۔ ابن عباسؓ سے سوال ہوتا ہے کہ کس چیز کا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا حضورؐ کا ارشاد ہے کہ سب سے افضل خیرات پانی ہے دیکھو جنہی اہل جنت سے اسی کا سوال کریں گے۔ مروی ہے کہ جب ابوطالب موت کی بیماری میں مبتلا ہوا تو قریشیوں نے اس سے کہا کسی کو بھیج کر اپنے پیچھے سے کھلو او کہ وہ تمہارے پاس جتنی انگوڑا کا ایک خوشہ بھجوا دے تاکہ تیری بیماری جاتی رہے جس وقت قاصد حضورؐ کے پاس آتا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پاس موجود تھے یہ سنتے ہی فرمانے لگے اللہ نے جنت کی کھانے پینے کی چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں پھر ان کی بدکرداری بیان فرمائی کہ یہ لوگ دین حق کو ایک ہنسی کھیل سمجھے ہوئے تھے دنیا کی زینت اور اس کے بناؤ چٹاؤ میں ہی عمر بھر مشغول رہے۔ یہ چونکہ اس دن کو بھول گئے تھے اس کے بدلے ہم بھی ان کے ساتھ ایسا معاملہ کریں گے جو کسی بھول جانے والے کا معاملہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ بھولنے سے پاک ہے اس کے علم سے کوئی چیز نکل نہیں سکتی۔ فرماتا ہے لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسِي نَدوہ دیکھئے نہ بھولے۔

یہاں جو فرمایا یہ صرف مقابلہ کے لئے ہے جیسے فرمان ہے نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ اور جیسے دوسری آیت میں ہے كَذَلِكَ اتَّكَلْنَا اَيْتِنَا فَنَسِيَتْهَا وَ كَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَى فرمان ہے الْيَوْمَ نَنْسِيكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا ايرے پاس ہماری نشانیاں آئی تھیں جنہیں تو بھلا بیٹھا تھا اسی طرح آج تجھے بھی بھلا دیا جائے گا وغیرہ۔ پھر یہ بھلائیوں سے بالقصد بھلا دیئے جائیں گے۔ ہاں برائیاں اور عذاب برابر ہوتے رہیں گے انہوں نے اس دن کی ملاقات کو بھلایا ہم نے انہیں آگ میں چھوڑا رحمت سے دور کیا جیسے یہ عمل سے دور تھے صحیح حدیث میں ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندے سے فرمائے گا کیا میں نے تجھے بیوی بچے نہیں دیئے تھے؟ کیا عزت و آبرو نہیں دی تھی؟ کیا گھوڑے اور اونٹ تیرے مطیع نہیں کئے تھے؟ اور کیا تجھے قسم قسم کی راحتوں میں آزاد نہیں رکھا تھا؟ بندہ جواب دے گا کہ ہاں پروردگار بے شک تو نے ایسا ہی کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر کیا تو میری ملاقات پر ایمان رکھتا تھا؟ وہ جواب دے گا کہ نہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا پس میں بھی آج تجھے ایسا ہی بھول جاؤں گا جیسے تو مجھے بھول گیا تھا۔

وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً
لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١٠١﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي
تَأْوِيلَهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ
رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَمَلَّ لَنَا مِنْ شَفْعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ
نُرَدُّ فَنَعْمَلْ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ قَدْ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ
وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٠٢﴾

ہم ان کے پاس کتاب لائے جس کی تفصیل ہم نے علم سے کی ان لوگوں کی رہنمائی اور ان پر مہربانی کے لئے جو ایمان لاتے ہیں ○ یہ تو اس کی حقیقت کے ظاہر ہونے کا ہی انتظار کر رہے ہیں جس دن اس کی حقیقت آ جائیگی تو اس سے پہلے جو اسے بھولے ہوئے تھے وہ کہنے لگیں گے کہ بیشک ہمارے رب کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے کیا اب یہ ممکن ہے کہ ہمارے سفارشی ہوں جو ہماری سفارش کریں یا ہو سکتا ہے کہ ہم پھر سے لوٹائے جائیں اور جو عمل ہم کرتے رہے ان کے سوا

اور اعمال کریں یقیناً انہوں نے اپنا نقصان آپ کیا اور ان سے ان کا پانچواں ہوا جھوٹ وافر اٹھو گیا ○

آخری حقیقت جنت اور دوزخ کا مشاہدہ: ☆☆ (آیت: ۵۲-۵۳) اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے تمام عذر ختم کر دیے تھے چنانچہ رسولوں کی معرفت اپنی کتاب بھیجی جو مفصل اور واضح تھی۔ جیسے فرمان ہے کُتِبَ الْأُحْكِمَتُ إِلَيْهِ ثُمَّ فَصَّلَتْ الْحَاسُ قُرْآنُ كِي آيَا مُصْهِطُ اور تفصیل وار ہیں پھر اس کی جو تفصیل ہے وہ بھی علم پر ہے جیسے فرمان ہے اَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ اَسْ a

جیسے فرمان ہے وَلَوْ تَرَى اِذْ ذُو الْقُوَىٰ اَعْلَى النَّارِ اِشْرَاقًا كَاشًا كَہم بھردنیا میں لوٹائے جاتے اپنے رب کی آیات کو نہ جھلٹاتے اور مومن بن جاتے اس سے پہلے جو وہ چھپا رہے تھے اب ظاہر ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ دوبارہ دنیا میں بھیجے بھی جائیں تو جس چیز سے روکے جائیں گے وہی دوبارہ کریں گے اور جھوٹے ثابت ہوں گے انہوں نے آپ ہی اپنا برا کیا اللہ کے سوا اوروں سے امیدیں رکھتے رہے آج سب باطل ہو گئیں نہ کوئی ان کا کوئی سفارشی ہے اور نہ کوئی حمایتی۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلٰی الْعَرْشِ يُغْشِی الْیَلَّ النَّهَارَ یَطْلُبُہٗ حَشِیْشًا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالْجُجُومُ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِہٗ اِلَآلَہُ الْخَلْقِ وَالْاَمْرُ تَبَرَّکَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

لوگو! بے شک تم سب کا پالنے والا وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر بیٹھا وہی رات پر دن کو اور احداثے اور رات دن کو جلدی جلدی طلب کرتی آتی ہے اسی نے آفتاب، مہتاب اور ستاروں کو پیدا کیا کہ یہ سب اس کے فرمان کے ماتحت ہیں یا دیکھو پیدا بھی اسی کی اور فرماؤ انہی بھی

یہاں پر رکوں والا ہے وہ اللہ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء: ☆☆ (آیت: ۵۴) بہت سی آیات میں یہ بیان ہوا کہ آسمان وزمین اور کل مخلوق اللہ تعالیٰ نے چھ دن میں بنائی ہے یعنی اتوار سے جمعہ تک۔ جمعہ کے دن ساری مخلوق پیدا ہو چکی اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے یا تو یہ دن دنیا کے معمولی دنوں کے برابر ہی تھے

ہے تَبْرَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا رُحُوسًا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس کسی نے کسی نیکی پر اللہ کی حمد کی بلکہ اپنے نفس کو سراہا اس نے نفرت کیا اور اس کے اعمال غارت ہوئے اور جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ نے کچھ اختیارات اپنے بندوں کو بھی دیئے ہیں تو اس نے اس کے ساتھ فکر کیا جو اللہ نے اپنے نبیوں پر نازل فرمایا ہے کیونکہ اس کا فرمان ہے اَلَا الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ اِلٰی (ابن جریر)

ایک مرفوع دعا رسول اللہ ﷺ کی یہ بھی مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ لَكَ الْمُلْكُ كُلُّهُ وَلَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ وَالْيَقِيْنُ كُلُّهُ اَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ يَا اللّٰهُ سَارَا مَلِكٌ تَبْرَأُ عَنِّيْ سُبْحَانَكَ تَبْرَأُ عَنِّيْ لَعْنَةُ الْبَرِّ سُبْحَانَكَ يَا اَرْحَمَ الرَّحْمٰنِ

کام تیری ہی طرف لوٹنے ہیں میں تجھ سے تمام بھلائیاں طلب کرتا ہوں اور ساری برائیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

اَدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يَحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِۚۢ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَاَدْعُوْهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اپنے رب کی عبادت کو عاجزی سے اور چمپا کر بیٹھک و حد سے گزر جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور زمین میں فساد نہ پھیلنا ڈاس کی اصلاح کے بعد اور اس کی عبادت کو ڈر اور راولی کے ساتھ ہے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے بہت نزدیک ہے ۝

انسان و عامانگے قبول ہوگی ☆☆ (آیت: ۵۵-۵۶) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دعا کی ہدایت کرتا ہے جس میں ان کی دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ فرماتا ہے کہ اپنے پروردگار کو عاجزی مسکینی اور آہستگی سے پکارو جیسے فرمان ہے وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ اِنَّ اِسْمَ رَبِّكَ اِسْمٌ اَعْزَمٌ اِسْمٌ اَعْزَمٌ میں یاد رکھو۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے دعائیں اپنی آوازیں بہت بلند کر دیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا 'لوگو اپنی جانوں پر رحم کرو تم کسی بھی سے کو یا غائب کو نہیں پکار رہے جسے تم پکار رہے ہو وہ بہت سننے والا اور بہت نزدیک ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ پوچھنا کہ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں تَضَرُّعًا معنی ذلت اور مسکینی اور اخلاص و گزاری کے ہیں اور خفۃ کے معنی دلوں کے خشوع و خضوع سے یقین کی صحت سے اس کی وحدانیت اور ربوبیت کا اس کے اور اپنے درمیان یقین رکھتے ہوئے پکارو نہ کہ ریا کاری کے ساتھ بہت بلند آواز سے۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ لوگ حافظ قرآن ہوتے تھے اور کسی کو معلوم بھی نہیں ہوتا تھا لوگ بہت بڑے فقیہ ہو جاتے تھے اور کوئی جانتا بھی نہ تھا لوگ لمبی لمبی نمازیں اپنے گھروں میں پڑھتے تھے اور مہمانوں کو بھی پتہ نہ چلتا تھا یہ وہ لوگ تھے کہ جہاں تک ان کے بس میں ہوتا تھا اپنی کسی نیکی کو لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے پوری کوشش سے دعائیں کرتے تھے لیکن اس طرح جیسے کوئی سرگوشی کر رہا ہو یہ نہیں کہ چشیں چلائیں یہی فرمان رب ہے کہ اپنے رب کو عاجزی اور آہستگی سے پکارو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نیک بندے کا ذکر کیا جس سے وہ خوش تھا کہ اس نے اپنے رب کو خفیہ طور پر پکارا۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں دعائیں بلند آواز نہ اور چھپنے کو کرو سمجھا جاتا تھا بلکہ گریہ و زاری اور آہستگی کا حکم دیا جاتا تھا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں دعا وغیرہ میں حد سے گزر جانے والوں کو اللہ دوست نہیں رکھتا۔

ابو جہل کہتے ہیں مثلاً اپنے لئے نبی نبی جانے کی دعا کرنا وغیرہ۔ حضرت سعد نے سنا کہ ان کا لڑکا اپنی دعائیں کہہ رہا ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے جنت اور اس کے ریشم و حریر وغیرہ وغیرہ طلب کرتا ہوں۔ اور جہنم میں اس کی زنجیروں اور اس کے طوق وغیرہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ تو حضرت سعد نے فرمایا تو نے اللہ سے بہت سی بھلائیاں طلب کیں اور بہت سی برائیوں سے پناہ چاہی میں نے رسول اللہ ﷺ

سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ غریب کچھ لوگ ہوں گے جو دعائیں حد سے گزر جایا کریں گے۔ ایک سند سے مروی ہے کہ وہ دعائیں گنتے ہیں اور وضو کرنے میں حد سے نکل جائیں گے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا تجھے اپنی دعائیں یہی کہنا کافی ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے جنت اور جنت سے قریب کرنے والے قول و فعل کی توفیق طلب کرتا ہوں اور جہنم اور اس سے نزدیک کرنے والے قول و فعل سے تیری پناہ چاہتا ہوں (ابوداؤد)

ابن ماجہ وغیرہ میں ہے ان کے صاحبزادے اپنی دعائیں یہ کہہ رہے تھے کہ یا اللہ جنت میں داخل ہونے کے بعد جنت کی دانیں جانب کا سفید رنگ کا عايشان محل میں تجھ سے طلب کرتا ہوں پھر زمین پر اس دامن کے بعد فساد کرنے کو منع فرما رہا ہے کیونکہ اس وقت کا فساد خصوصیت سے زیادہ برائیاں پیدا کرتا ہے۔ پس اللہ اسے حرام قرار دیتا ہے اور اپنی عبادت کرنے کا دعا کرنے کا مسکینی اور عاجزی کرنے کا حکم دیتا ہے کہ اللہ تو اس کے عذابوں سے ڈر کر اور اس کی نعمتوں کے امیدوار بن کر پکارو۔ اللہ کی رحمت نیکو کاروں کے سروں پر منزل لاری ہے جو اس کے احکام بجالاتے ہیں اس کے منع کردہ کاموں سے باز رہتے ہیں جیسے فرمایا وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ یوں تو میری رحمت تمام چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے لیکن میں اسے مخصوص کر دوں گا پرہیزگار لوگوں کے لئے۔ چونکہ رحمت ثواب کی ضامن ہوتی ہے اس لئے قریب کہا قریب نہ کہا یا اس لئے کہ وہ اللہ کی طرف مضاف ہے۔ انہوں نے اللہ کے وعدوں کا سہارا لیا۔ اللہ نے اپنا فیصلہ کر دیا کہ اس کی رحمت بالکل قریب ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ حَتَّىٰ
إِذَا أَقْلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ
الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ كَذَلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرِجُ نَبَاتًا بِإِذْنِ
رَبِّهِ ۖ وَالَّذِي خَبَثَ لَا يُخْرِجُ إِلَّا نَجَسًا ۚ كَذَلِكَ نَصْرَفُ الْأَيَّاتِ
لِقَوْمٍ لَّا يَشْكُرُونَ ۝

۷۵

وہ ہے جو بارگاہ رحمت سے پہلے خوش خبری دینے والی ہوائیں چلاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ پھول بادلوں کو اٹھاتی ہیں تو ہم اسے کسی مردہ شجر کی طرف سے لے جاتے ہیں پھر ہم اس میں سے پانی اتارتے ہیں اور اس میں سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں اسی طرح مردوں کو بھی نکالیں گے تاکہ تم غور و فکر کرو۔ پاک شجر کی تو پیداوار اس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس میں سے ناقص ہی نکلتی ہے اسی طرح ہم طرح طرح سے اپنی دلیلیں ان کے سامنے بیان کرتے ہیں جو شکر گزار ہیں ○

تمام مظاہر قدرت اس کی شان کے مظہر ہیں: ☆☆ (آیت: ۵۷-۵۸) اوپر بیان ہوا کہ زمین و آسمان کا خالق اللہ ہے سب پر قبضہ رکھنے والا حاکم تدبیر کرنے والا مطیع اور فرمانبردار رکھنے والا اللہ ہی ہے۔ پھر دعائیں کرنے کا حکم دیا کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اب یہاں بیان ہو رہا ہے کہ رزاق بھی وہی ہے اور قیامت کے دن مردوں کو زندہ کر دینے والا بھی وہی ہے۔ پس فرمایا کہ بارش سے پہلے بھی بھنی ہوئی خوشگوار ہوائیں دے چلاتا ہے بُشْرًا کی دوسری قرات مُبَشِّرَات بھی ہے۔ رحمت سے مراد یہاں بارش ہے جیسے فرمان ہے وَهُوَ

الَّذِي يُنْزِلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا يَقْنَطُوا وَيُنْشُرُ رَحْمَتَهُ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ وہ ہے جو لوگوں کی ناامیدی کے بعد بارش اتارتا ہے اور اپنی رحمت کی ریل چیل کر دیتا ہے، وہ والی ہے اور قائل تعریف - ایک اور آیت میں ہے رحمت رب کے آثار دیکھو کہ کس طرح مردہ زمین کو وہ جلا دیتا ہے وہی مردہ انسانوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ بادل جو پانی کی وجہ سے جھل ہو رہے ہیں انہیں یہ ہوائیں اٹھا لے جاتی ہیں، یہ زمین سے بہت قریب ہوتے ہیں اور سیاہ ہوتے ہیں۔

چنانچہ حضرت زید بن عمرو بن نفیل رحمہ اللہ کے شعروں میں ہے میں اس کا مطیع ہوں جس کے اطاعت گزار بیٹھے اور صاف پانی کے بھرے ہوئے بادل ہیں اور جس کے تابع فرمان بھاری بوجھل پہاڑوں والی زمین ہے۔ پھر ہم ان بادلوں کو مردہ زمین کی طرف لے چلتے ہیں جس میں کوئی سبزہ نہیں خشک اور بخر ہے جیسے آیت وَآيَةٌ لَهُمْ الْأَرْضُ فِيهَا حَيَاتٌ میں بیان ہوا ہے۔ پھر اس سے پانی برسا کر اسی غیر آباد زمین کو سبز بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح ہم مردوں کو زندہ کر دیں گے حالانکہ وہ بوسیدہ ہڈیاں اور پھر ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل گئے ہوں گے قیامت کے دن ان پر اللہ عزوجل بارش برسائے گا چالیس دن تک برابر برسی رہے گی جس سے جسم قبروں میں اگلے لگیں گے جیسے دانہ زمین پر اگتا ہے یہ بیان قرآن کریم میں کئی جگہ ہے۔ قیامت کی مثال بارش کی پیداوار سے دی جاتی ہے۔ پھر فرمایا یہ تمہاری فصاحت کے لئے ہے۔ اچھی زمین میں سے پیداوار عمدہ بھی نکلتی ہے اور جلدی بھی جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَأَنْتَبِهْنَا نَبَاتًا حَسَنًا اور جو زمین خراب ہے جیسے سنگلاخ زمین شور زمین وغیرہ اس کی پیداوار بھی ویسی ہی ہوتی ہے یہی مثال مومن و کافر کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس علم و ہدایت کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے زمین پر بہت زیادہ بارش ہوئی زمین کے ایک صاف عمدہ ٹکڑے نے تو پانی قبول کیا گھاس اور چارہ بہت سا اس میں سے نکلا ان میں بعض ٹکڑے ایسے بھی تھے جن میں پانی جمع ہو گیا اور وہاں رک گیا پس اس سے بھی لوگوں نے فائدہ اٹھایا یا اور پلایا کھیتیاں کیں باغات تازہ کئے۔ زمین کے جو چٹیل سنگلاخ ٹکڑے تھے ان پر بھی وہ پانی برسا لیکن نہ تو وہاں رکنا نہ وہاں کچھ اگا یہی مثال اس کی ہے جس نے دین حق کی سمجھ پیدا کی اور میری بعثت سے اس نے فائدہ اٹھایا خود کھیا اور دوسروں کو کھایا اور ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے سر ہی نہ اٹھایا اور اللہ کی وہ ہدایت ہی نہ لی جو میری معرفت بھیجی گئی۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ لِقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرِيكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ قَالَ لِقَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَبْلِغْكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنْصَحْ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم کے لوگو تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں مجھے تو تم پر بڑے دن کے عذاب کا ڈر

ہے ○ اس کی قوم کے سرداروں نے کہا کہ ہم تجھے بالکل کھلی گمراہی میں دیکھ رہے ہیں ○ اس نے کہا 'اے میری قوم مجھے کوئی گمراہی نہیں بلکہ میں تورب العالمین کا رسول ہوں ○ تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچا رہا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں اور اللہ کی وہ باتیں میں جانتا ہوں جن سے تم نصیبے خبر ہو ○

پھر تذکرہ انبیاء: ☆ ☆ (آیت: ۵۹-۶۲) چونکہ سورت کے شروع میں حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا تھا پھر اس کے متعلقات بیان ہوئے اور اس کے متصل اور بیانات فرما کر اب پھر اور انبیاء علیہم السلام کے واقعات کے بیان کا آغاز ہوا اور پھر اپنے ان کے بیانات ہوئے۔ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہوا کیونکہ آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے پیغمبر اہل زمین کی طرف آپ ہی آئے تھے۔ آپ نوح بن لامک بن ستوح بن شوخ (یعنی اور لیس علیہ السلام یہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے قلم سے لکھا) بن برد بن مہلیل بن قنین بن یاش بن شیت بن آدم علیہ السلام۔

ان کے نسب جیسے امام محمد بن اسحاق وغیرہ نے آپ کا نسب نامہ اسی طرح بیان فرمایا ہے امام صاحب فرماتے ہیں 'حضرت نوح جیسا کوئی اور نبی امت کی طرف سے نہیں بتایا گیا ہاں انبیاء قتل ضرور کئے گئے' انہیں نوح اسی نے کہا گیا کہ یہ اپنے نفس کا روٹا بہت روتے تھے۔ حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان دس زمانے تھے جو اسلام پر گزرے تھے۔ اصنام پرستی کا رواج اسی طرح شرع ہوا کہ جب اولیاء اللہ فوت ہو گئے تو ان کی قوم نے ان کی قبروں پر مسجدیں بنالیں اور ان میں ان بزرگوں کی تصویریں بنالیں تاکہ ان کا حال اور ان کی عبادت کا نقشہ سامنے رہے اور اپنے آپ کو ان جیسا بنانے کی کوشش کریں، لیکن کچھ زمانے کے بعد ان تصویروں کے مجسمے بنائے، کچھ اور زمانے کے بعد انہی بتوں کو پوجا کرنے لگے اور ان کے نام انہی اولیاء اللہ کے ناموں پر رکھ لئے، دوسواغ، یغوث، یعوق، نسر وغیرہ جب بت پرستی کا رواج ہو گیا، اللہ نے اپنے رسول حضرت نوح کو بھیجا 'آپ نے انہیں اللہ واحد کی عبادت کی تلقین کی اور کہا 'اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں قیامت کے دن تمہیں عذاب نہ ہو۔ تو قوم نوح کے بڑوں نے ان کے سرداروں نے اور ان کے چودھریوں نے حضرت نوح کو جواب دیا کہ تم تو بہک گئے ہو، ہمیں اپنے باپ دادا کے دین سے ہٹا رہے ہو۔ ہر بد شخص نیک لوگوں کو گمراہ سمجھا کرتا ہے۔ قرآن میں ہے کہ جب یہ بدکاران نیک کاروں کو دیکھتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ تو بہکے ہوئے ہیں کہا کرتے تھے کہ اگر یہ دین اچھا ہوتا تو ان سے پہلے ہم نہ مان لیتے؟ یہ تو بات ہی غلط اور جھوٹ ہے۔ حضرت نوح نبی علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں بہکا ہوا نہیں ہوں بلکہ میں اللہ کا رسول ہوں تمہیں پیغام رب پہنچا رہا ہوں تمہارا خیر خواہ ہوں اور اللہ کی وہ باتیں میں جانتا ہوں جنہیں تم نہیں جانتے۔ ہر رسول مبلغ، فصیح، بلیغ، ناصح، خیر خواہ اور عالم باللہ ہوتا ہے، ان صفات میں اور کوئی ان کی ہمسری اور برابری نہیں کر سکتا۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ اے لوگو! تم میری بابت اللہ کے ہاں پوچھتے جاؤ گے تو بتاؤ کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا 'ہم کہیں گے کہ آپ نے تبلیغ کر دی تھی اور حق رسالت ادا کر دیا تھا اور پوری خیر خواہی کی تھی پس آپ نے اپنی اٹلی آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر نیچے زمین کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا 'اللہ تو گواہ رہا' اے اللہ تو شہادہ ۱۱ اللہ تو گواہ رہا۔

أَوْعِجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ
مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۵۹﴾ فَكَذَّبُوهُ
فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلِّ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ ﴿۶۰﴾

کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تم میں سے ایک شخص پر تمہارے رب کی طرف سے ارشاد و پند نازل ہوئی کہ وہ تمہیں آگاہ کر دے تاکہ تم غیب اللہ سے غافل نہ رہو؟
پر ہم کیا جانے! پس انہوں نے اسے جھٹلایا آخرش ہم نے اسے نجات بخشی اور اس کی کشتی کے ساتھیوں کو بھی اور ہماری آنکھوں کو جھٹلانے والوں کو ڈبو دیا وہ بچے ہی

○ بیچا لوگ ○

نوح علیہ السلام پر کیا گزری؟ ☆ ☆ ☆ (آیت: ۶۳-۶۴) حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم سے فرما رہے ہیں کہ تم اس بات کو انوکھا اور تعجب والا نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے کسی انسان پر اپنی وحی نازل فرمائے اور اسے اپنی پیغمبری سے ممتاز کر دے تاکہ وہ تمہیں ہوشیار کر دے پھر تم شرک و کفر سے الگ ہو کر عذاب الہی سے نجات پاؤ اور تم پر گونا گوں رحمتیں نازل ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی ان دلیلوں اور غظلوں نے ان سنگدلوں پر کوئی اثر نہ کیا یہ انہیں جھٹلاتے رہے مخالفت سے باز نہ آئے ایمان قبول نہ کیا صرف چند لوگ سنور گئے۔ پس ہم نے ان نیک لوگوں کو اپنے نبی کے ساتھ کشتی میں بٹھا کر طوفان سے نجات دی اور باقی لوگوں کو تہہ آب غرق کر دیا۔ جیسے سورہ نوح میں فرمایا ہے کہ وہ اپنے گناہوں کے باعث غرق کر دیے گئے پھر دوزخ میں ڈال دیے گئے اور کوئی ایسا نہیں تھا جو ان کی کسی قسم کی مدد کرتا یہ لوگ حق سے آنکھیں بند کئے ہوئے تھے نہ مینا ہو گئے تھے راہ حق کو وہ آخر تک نہ پہچان سکے۔ پس اللہ نے اپنے نبیؐ کو اپنے دوستوں کو نجات دی اپنے اور ان کے دشمنوں کو تہہ آب برباد کر دیا جیسے اس کا وعدہ ہے کہ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی ضرورت نہ د فرمایا کرتے ہیں۔ دنیا میں یہی نہیں بلکہ آخرت میں بھی وہ ان کی امداد کرتا ہے ان پر ہیز گاروں کے لئے ہی عافیت ہے انجام کار غالب اور مظفر و منصور یہی رہتے ہیں جیسے کہ نوح علیہ السلام آخر کار غالب رہے اور کافر ناکام و نامراد ہوئے یہ لوگ تنگ پلا میں آگئے اور غارت کر دیے گئے صرف اللہ کے رسولؐ کے اسی (۸۰) آدمیوں نے نجات پائی۔ ان ہی میں ایک صاحب جرم ہم نامی تھے جن کی زبان عربی تھی۔ ابن ابی حاتم میں یہ روایت حضرت ابن عباسؓ سے منقول مروی ہے۔

وَالِیٰ عَادِ اَآخَاهُمْ هُوْدًا ۖ قَالَ یَقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ
اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ قَالَ الْمَلَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ
اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ سَفَاہَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۝
قَالَ یَقَوْمِ لَیْسَ بِنِیِّ سَفَاہَةٍ ۚ وَلَکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ
رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اَبَلَعْتُمْ رِسٰلَتِ رَبِّیْ وَاِنَّا لَکُمْ نٰصِحٌ اٰمِیْنٌ ۝
اَوْ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَکُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ
لَیُنْذِرْکُمْ وَاذْکُرُوْا اِذْ جَعَلْکُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ
وَ زَادَکُمْ فِی الْخَلْقِ بَصۜطَةً ۚ فَاذْکُرُوْا الْاِلٰهَ لَعَلَّکُمْ
تُفْلِحُوْنَ ۝

عادیوں کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا جس نے کہا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں کیا تم ڈرتے نہیں

قَالُوا اجْتَنِبْنَا لِنَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَمَا كَانَ يَعْبُدُ
آبَاؤُنَا قَاتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۵﴾

وہ کہنے لگے کہ کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور اپنے باپ دادوں کے معبودوں کو چھوڑ دیں؟ چاہا اگر تو سچا ہے تو جن عذابوں سے تو ہمیں دھمکا رہا ہے انہیں لے آؤ

قوم عاد کا باغیانہ رویہ: ☆ (آیت: ۷۰) قوم عاد کی سرکشی، تکبر، ضد اور عناد کا بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام سے کہا کہ کیا آپ کی تشریف آوری کا مقصد یہی ہے کہ ہم اللہ واحد کے پرستار بن جائیں اور باپ دادوں کے پرانے معبودوں سے روگردانی کر لیں؟ سنو اگر یہی مقصود ہے تو اس کا پورا ہونا محال ہے ہم تیار ہیں اگر تم سچے ہو تو اپنے اللہ سے ہمارے لئے عذاب طلب کرو۔ یہی کفار مکہ نے کہا تھا کہنے لگے کہ یا اللہ محمدؐ کا کہا حق ہے اور وہ واقعی تیرا کلام ہے اور ہم نہیں مانتے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا، کوئی اور سخت السناک عذاب ہمیں کر۔ قوم عاد کے بتوں کے نام یہ ہیں، صدمہ، صدمہ دھبا، ان کی اس ڈھنکی کے مقابلے میں اللہ کا عذاب اور اس کا غضب ثابت ہو گیا۔ رجس سے مراد جز، یعنی عذاب ہے ناراضی اور غصے کے معنی یہی ہیں۔

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ
اتَّجَادُلُونَنِي فِيْ اَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا اَنْتُمْ وَاَبَاؤُكُمْ مَا نَزَّلَ اللّٰهُ
بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ فَاَنْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِنَ
الْمُنْتَظِرِ ﴿۵﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا
وَقَطَعْنَا دَاۤیْرَ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَمَا كَاۤنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶﴾

ہود نے کہا 'یقیناً تم پر تمہارے رب کی جانب سے بلا اور غضب پڑ ہی چکا' کیا تم مجھ سے ان چند ناموں کی خاطر لڑ بھڑ رہے ہو جنہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے مقرر کر لئے ہیں جن کی کوئی سند اللہ نے نہیں اتاری اچھا تو اب تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں ○ آخر ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے نجات دی اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جو ہماری آیتوں کو چیلنا تھے اور ایمان قبول کرنے والے نہ تھے ○

(آیت: ۷۱-۷۲) پھر فرمایا تم ان بتوں کی بابت مجھ سے جھگڑ رہے ہو جن کے نام بھی تم نے خود رکھے ہیں یا تمہارے بڑوں نے اور خواہ مخواہ ہے وجہ انہیں معبود سمجھ بیٹھے ہو یہ پتھر کے ٹکڑے محض بے ضرر اور بے نفع ہیں، اللہ نے ان کی عبادت کی کوئی دلیل اتاری ہے ہاں اگر تم مقابلے پر اتر ہی آئے ہو تو منتظر رہو میں بھی منتظر ہوں، ابھی معلوم ہو جائے گا کہ مقبول بارگاہ رب کون ہے اور مردود بارگاہ کون ہے؟ کون متحق عذاب ہے اور کون قائل ثواب ہے؟ آخر خدش ہم نے اپنے نبیؐ کو اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو نجات دی اور کافروں کی جڑیں کاٹ دیں۔ قرآن کریم کے کئی مقامات پر جناب باری عزوجل نے ان کی تباہی کے صورت بیان فرمائی ہے کہ ان چرخہ سے خالی تندہ اور تیز ہوائیں بھیجی گئیں جنہوں نے انہیں اور ان کی تمام چیزوں کو غارت اور برباد کر دیا۔ عاد لوگ بڑے زمانے کی سخت آدمی سے ہلاک کر دیئے گئے جو ان پر برابر سات رات اور آٹھ دن چلتی رہی سارے کے سارے اس طرح ہو گئے جیسے

بھجور کے درختوں کے تنے الگ ہوں اور شاخیں الگ ہوں۔ دیکھ لے ان میں سے ایک بھی اب نظر آ رہا ہے؟ ان کی سرکشی کی سزا میں سرکش ہوا ان پر مسلط کر دی گئی جو ان میں سے ایک ایک کو اٹھا کر آسمان کی بلندی کی طرف لے جاتی اور وہاں سے گراتی جس سے سر الگ ہو جاتا اور دھڑا لگ کر جاتا۔ یہ لوگ یمن کے ملک میں عمان اور حضرموت میں رہتے تھے۔ ادھر ادھر نکلے اور لوگوں کو مار پیٹ کر جبراً و قہراً ان کے ملک و مال پر غاصبانہ قبضہ کر لیتے۔ سارے کے سارے بت پرست تھے حضرت ہودؑ جو ان کے شریف خاندان کی شخصیت تھے ان کے پاس رب کی رسالت لے کر آئے، اللہ کی توحید کا حکم دیا، شرک سے روکا، لوگوں پر ظلم کرنے کی برائی سمجھائی، لیکن انہوں نے اس نصیحت کو قبول نہ کیا، مقابلے پر تین گئے اور اپنی قوت سے حق کو دبانے لگے۔

گو بعض لوگ ایمان لائے تھے لیکن وہ بھی بھارے جان کے خوف سے پوشیدہ رکھے ہوئے تھے باقی لوگ بدستور اپنی بے ایمانی اور نا انصافی پر جیسے رہے، خواہ مخواہ فوقیت ظاہر کرنے لگے، بیکار عمارتیں بناتے اور پھولے نہ ساتے۔ ان سب کاموں کو اللہ کے رسول (حضرت ہودؑ) نا پسند فرماتے، انہیں روکے، تقویٰ کی اور اطاعت کی ہدایت کرتے، لیکن یہ کبھی تو انہیں بے دلیل بتاتے، کبھی انہیں مجبوس کہتے۔ آپ اپنی برات ظاہر کرتے اور ان سے صاف فرماتے کہ مجھے تمہاری قوت و طاقت کا مطلقاً خوف نہیں، جاؤ تم سے جو ہو سکے کر لاؤ میرا بھروسہ اللہ پر ہے، اس کے سوا نہ کوئی بھروسہ کے لائق نہ عبادت کے قابل، ساری مخلوق اس کے سامنے عاجز پست اور لاچار ہے، سچی راہ اللہ کی راہ ہے آخر جب یہ اپنی برائیوں سے باز نہ آئے تو ان پر بارش نہ برسا، گئی تین سال تک قطرہ سالی رہی، زچ ہو گئے، تنگ آ گئے، آخر یہ سوچا کہ چند آدمیوں کو بیت اللہ شریف بھیجیں، وہ وہاں جا کر اللہ سے دعائیں کریں۔ یہی ان کا دستور تھا کہ جب کسی مصیبت میں پھنس جاتے تو وہاں وفد بھیجتے۔ اس وقت ان کا قبیلہ مالئق حرم شریف میں بھی رہتا تھا، یہ لوگ علمیت بن آدم، بن سام، بن نوح کی نسل میں سے تھے، ان کا سردار اس زمانے میں معاویہ بن بکر تھا۔ اس کی ماں قوم عاد سے تھی جس کا نام جاہلہ بنت جحبر ہی تھا۔

عاد یوں نے اپنے ہاں سے ستر اشخاص کو منتخب کر کے بطور وفد کے شریف کو روانہ کیا، یہاں آ کر یہ معاویہ کے مہمان بنے، پر تکلف و محبتوں کے اڑائے، شراب خوری کرنے اور معاویہ کی دو لونڈیوں کا گانا سننے میں اس بے خودی سے مشغول ہو گئے کہ پورا ایک مہینہ گزر گیا، انہیں اپنے کام کی طرف مطلق توجہ نہ ہوئی، معاویہ ان کی یہ روش دیکھ کر اور اپنی قوم کی بری حالت سامنے رکھ کر بہت کڑھتا تھا، لیکن یہ مہمان نوازی کے خلاف تھا کہ خود ان سے کہتا کہ جاؤ۔ اس لئے اس نے کچھ اشعار کہے اور ان ہی دونوں کنیزوں کو یاد کرائے کہ وہ یہی گانے سنائیں۔ ان شعروں کا مضمون یہ تھا کہ اے لوگو جو قوم کی طرف سے اللہ سے دعائیں کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو، اللہ عادیوں پر بارش برسائے جو آج قطرہ سالی کی وجہ سے تباہ ہو گئے ہیں بھوکے پیاسے مر رہے ہیں، بوڑھے بچے، مرد، عورتیں تباہ حال پھر رہے ہیں یہاں تک کہ بولنا چلنا ان پر دو بھر ہو گیا ہے۔ جنگلی جانور ان کی آبادیوں میں پھر رہے ہیں کیونکہ کسی عادی میں اتنی قوت کہاں کہ وہ تیر چلا سکے، لیکن افسوس کہ تم یہاں اپنے من مانے مشغلوں میں منہمک ہو گئے اور بے فائدہ وقت ضائع کرنے لگے، تم سے زیادہ برا وفد دنیا میں کوئی نہ ہوگا۔ یاد رکھو اگر اب بھی تم نے مستعدی سے قوی خدمت نہ کی تو تم پر باد و غارت ہو جاؤ گے، یمن کران کے کان کھڑے ہوئے، یہ حرم میں گئے اور دعائیں مانگنا شروع کیں، اللہ تعالیٰ نے تین بادل ان کے سامنے پیش کئے۔ ایک سفید، ایک سیاہ، ایک سرخ اور ایک آواز آئی کہ ان میں سے ایک اختیار کر لو، قبل بن غزنے سیاہ بادل پسند کیا، آواز آئی کہ تو نے سیاہ بادل پسند کیا جو عادیوں میں سے کسی کو بھی باقی نہ چھوڑے گا نہ باپ کو نہ بیٹے کو، سب کو غارت کر دے گا۔ بنی لویذ یہ کہے۔ یہ بنی لویذ یہ بھی عادیوں کا ایک قبیلہ تھا جو کے میں مقیم تھے، ان پر وہ عذاب نہیں آئے تھے یہی باقی

رہے اور انہی میں سے عادی خربی ہوئے اس وفد کے سردار نے سیاہ بادل پسند کیا تھا جو اسی وقت عادیوں کی طرف چلا اس شخص کا نام تھعل بن غز تھا۔ جب یہ بادل عادیوں کے میدان میں پہنچا جس کا نام مغیث تھا تو اسے دیکھ کر وہ لوگ خوشیاں منانے لگے کہ اب اسے پانی ضرور برسنے لگا حالانکہ یہ وہ تھا جس کی یہ لوگ نبی کے مقابلہ میں جلدی چارے تھے جس میں المناک عذاب تھا جو تمام چیزوں کو فنا کر دینے والا تھا سب سے پہلے اس عذاب الہی کو ایک عورت نے دیکھا جس کا نام مید تھا یہ بیچ مار کر بیہوش ہو گئی جب ہوش آئی تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تو نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا آگ کا بگولہ جو بصورت ہوا تھا جسے فرشتے گھنٹے چلے آتے تھے۔ برابر سات راتیں اور آٹھ دن تک یہ آگ والی ہوا ان پر چلتی رہی اور عذاب کا بادل ان پر برستا رہا تمام عادیوں کا ستیا ناس ہو گیا۔

حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کے مومن ساتھی ایک باغیچے میں چلے گئے وہاں اللہ نے انہیں محفوظ رکھا وہی ہوا غصٹی اور بھینی بھینی ہو کر ان کے جسموں کو لگتی رہی جس سے روح کو تازگی اور آنکھوں کو خشکدک پہنچتی رہی۔ ہاں عادیوں پر اس ہوائے سنگاری شرع کر دی ان کے دماغ پھٹ گئے آخر انہیں اٹھا اٹھا کر دے پٹا سرالگ ہو گئے دھڑالگ جا پڑے یہ ہوا سوار کو ساری سمیت ادھر اٹھا لی تھی اور بہت اونچا لے جا کر اسے اوندھادے پٹتی تھی یہ سیاق غریب ہے اور اس میں بہت سے فوائد ہیں۔ عذاب الہی کے آجانے سے حضرت ہوڈ کو اور مومنوں کو نجات مل گئی رحمت حق ان کے شامل حال رہی اور باقی کفار اس بدترین سزا میں گرفتار ہوئے۔

منہ احمد میں ہے حضرت حارث بکری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے ہاں سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں علان حضری کی شکایت لے کر چلا۔ جب میں ریزہ میں پہنچا تو بنو قیس کی ایک بڑھیا ۱۱ چار ہو کر بیٹھی ہوئی ملی مجھ سے کہنے لگی اے اللہ کے بندے مجھے سرکار رسالت ماب میں پہنچانے کیا تو میرے ساتھ اتنا سلوک کرے گا کہ مجھے ہر بار رسالت میں پہنچا دے؟ میں نے کہا آؤ چنانچہ میں نے اسے اپنے اونٹ پر بٹھالیا اور مدینے پہنچا دیکھا کہ مسجد لوگوں سے بھری ہوئی ہے سیاہ جھنڈے لہرا رہے ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑا لٹکا کھڑے ہیں میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا حضور ﷺ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں کہیں لشکر بھیجنے والے ہیں میں تھوڑی دیر بیٹھا رہا اتنے میں حضور ﷺ اپنی منزل میں تشریف لے گئے میں آپ کے پیچھے چلا گیا اجازت طلب کی اجازت ملی جب میں نے اندر جا کر سلام کیا تو آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کیا تم میں اور بنو قیس میں کچھ چشمک ہے؟ میں نے کہا حضور اُس کے ذمہ دار وہی ہیں میں اب حاضر خدمت ہو رہا تھا تو راستے میں قبیلہ قیس کی ایک بڑھیا عورت ملی گئی جس کے پاس سواری وغیرہ نہ تھی اس نے مجھ سے درخواست کی اور میں اسے اپنی سواری پر بٹھا کر یہاں لایا ہوں وہ دروازے پر بیٹھی ہوئی ہے آپ نے اسے بھی اندر آئے کی اجازت دی۔

میں نے کہا یا رسول اللہ ہم میں اور بنو قیس میں کوئی روک کر دیجئے اس پر بڑھیا تیز ہو کر بولی اگر آپ نے ایسا کر دیا تو پھر آپ کے ہاں کے بے بس کہاں پناہ لیں گے؟ میں نے کہا سبحان اللہ! حیرت اور میری تو وہی مثل ہوئی کہ بکری اپنی موت کو آپ اٹھا کر لے گئی میں نے ہی تجھے یہاں پہنچایا مجھے اس کے انجام کی کیا خبر تھی؟ اللہ نہ کرے کہ میں بھی عادی قبیلے کے وفد کی طرح ہو جاؤں تو حضور نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ بھئی عادیوں کے وفد کا قصہ کیا ہے؟ باوجودیکہ آپ کو مجھ سے زیادہ اس کا علم تھا لیکن یہ سمجھ کر کہ اس وقت آپ باتیں کرنا چاہتے ہیں میں نے قصہ شروع کر دیا کہ حضور مجس وقت عادیوں میں قحط سالی نمودار ہوئی تو انہوں نے قیل نامی ایک شخص کو بطور قاصد کے بیت اللہ شریف دعا وغیرہ کرنے کے لئے بھیجا یہ معاویہ بن بکر کے ہاں آ کر مہمان بنا یہاں شراب و کباب اور راگ رنگ

میں ایسا مشغول ہوا کہ میں نے بھرتک جام لٹھا تا رہا اور معاویہ کی دولٹوں کے گانے سنتا رہا، ان کا نام جرادہ تھا، میں نے بھر کے بعد مہرہ کے پہاڑوں پر گیا اور اللہ سے دعا مانگنے لگا کہ باری تعالیٰ میں کسی بیماری کے دوا کے لئے یا کسی قیدی کے فدیے کے لئے نہیں آیا یا اللہ عادیوں کو تودہ چلا جو چلا یا کرتا تھا۔ اسے میں وہ دیکھتا ہے کہ چند سیاہ رنگ کے بادل اس کے سر پر منڈلا رہے ہیں، ان میں سے ایک شبی صدا آئی کہ ان میں سے جو تجھے پسند ہو قبول کر لے، اس نے سخت سیاہ بادل کو اختیار کیا، اسی وقت دوسری آواز آئی کہ لے لے خاک را کہ جو عادیوں میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑے عادیوں پر ہوا کے خزانے میں سے صرف بقدر انگلی کے حلقے کے ہوا چھوڑی گئی تھی جس نے سب کو غارت اور تہہ وبالا کر دیا۔ ابوالسبکتی کہتے ہیں یہ واقعہ سارے عرب میں ضرب الشل ہو گیا تھا، جب لوگ کسی کو بطور وفد کے بھیجتے تھے تو کہہ دیا کرتے تھے کہ عادیوں کے وفد کی طرح نہ ہو جانا۔ اسی طرح مسند احمد میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ سنن کی اور کتابوں میں بھی یہ واقعہ موجود ہے۔ واللہ اعلم۔

وَالِیْ تَمُوْدَ اَخَاهُمْ ضَلِیْحًا قَالَ یَقُوْمُ اَعْبُدُوا اللّٰهَ مَا
لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِہٖ قَدْ جَاءَ شَکْمٌ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ ۚ هٰذِہٖ
نَاقَةُ اللّٰهِ لَکُمْ اٰیۃٌ فَاَنْذَرُوْهَا تَاْكُلُ فِیْ اَرْضِ اللّٰهِ
وَلَا تَمْسُوْهَا بِسَوْءٍ فَاِخَذَکُمْ عَذَابُ الْیَمِّ ۝۷

شمودیوں کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو بھیجا جس نے کہا کہ اسے میری قوم کے لوگوں کی عبادت کرو تمہارا کوئی معبود اس کے سوا نہیں بقیتنا تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل بھی آ چکی اللہ کی یہ آفتی تمہارے لئے نشان ہے اسے آزاد کر دو کہ یہ اللہ کی زمین میں چرتی چلتی رہے خبردار اسے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچانا کہ تمہیں دردناک عذاب آ دیں گے ۝۷

شمودی قوم اور اس کا عبرت ناک انجام: ☆ ☆ (آیت ۷۳) علما نے نبی کے بیان کیا ہے کہ شموہ بن عامر بن ارم بن سام بن نوحؑ یہ بھائی تھا جدیس بن عامر کا۔ اسی طرح قبیلہ یثمیم یہ سب خالص عرب تھے۔ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ علیہ السلام سے پہلے شمودی عادیوں کے بعد ہوئے ہیں ان کے شہر حجاز اور شام کے درمیان وادی القریٰ اور اس کے ارد گرد مشہور ہیں۔ سنہ ۹ھ میں جوک جاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ ان کی اجازت بستوں میں سے گزرے تھے۔ مسند احمد میں ہے کہ جب حضور ﷺ جوک کے میدان میں اترے لوگوں نے شمودیوں کے گھروں کے پاس ڈیرے ڈالے اور انہی کے کنوؤں کے پانی سے آٹے گوندھے ہانڈیاں چڑھائیں تو آپ نے حکم دیا کہ سب ہانڈیاں الٹ دی جائیں اور گندھے ہوئے آٹے انہوں کو کھلا دیئے جائیں پھر فرمایا یہاں سے کوچ کرو اور اس کنوئیں کے پاس ٹھہرو جس سے حضرت صالح کی آفتی پانی چینی تھی اور فرمایا آئندہ عذاب والی بستوں میں پڑاؤ نہ کیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اسی عذاب کے حکارتم بھی بن جاؤ۔

ایک روایت میں ہے ان کی بستوں سے روتے اور ڈرتے ہوئے گزرو کہ مبادا وہی عذاب تم پر آ جائیں جو ان پر آئے تھے۔ اور روایت میں ہے کہ غزوہ تبوک میں لوگ بہ جلالت ہجر کے لوگوں کے گھروں کی طرف لپکے آپ نے اسی وقت یہ آواز بلند کرنے کا کہا الصلوٰۃ جامعة جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے گھروں میں کیوں گھسے جارہے ہوں جن پر غضب الہی نازل ہوا راوی حدیث ابو کبشہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا۔ میں نے یہ سن کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم تو صرف تعجب کے طور پر انہیں دیکھنے چلے گئے تھے آپ نے فرمایا میں تمہیں اس سے بھی تعجب خیز چیز بتا رہا ہوں تم میں سے ہی ایک شخص ہے جو تمہیں وہ چیز بتا رہا ہے جو

گذر چکیں اور وہ خبریں دے رہا ہے جو تمہارے سامنے ہیں اور جو تمہارے بعد ہونے والی ہیں پس تم ٹھیک ٹھاک رہو اور سیدھے چلے جاؤ تمہیں بھی عذاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو کوئی پروا نہیں یاد رکھو ایسے لوگ آئیں گے جو اپنی جانوں سے کسی چیز کو فروغ نہ کر سکیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ کا نام عمر بن سعد نے اور کہا گیا ہے کہ عامر بن سعد ہے۔ واللہ اعلم ایک روایت میں ہے کہ جبریل ہستی کے پاس آتے ہی حضور ﷺ نے فرمایا: معجزے نہ طلب کرو، دیکھو قوم صالح نے معجزہ طلب کیا جو ظاہر ہوا یعنی اونٹنی جو اس راستے سے آئی تھی اور اس راستے سے جاتی تھی، لیکن ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی اور اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں، ایک دن اونٹنی ان کا پانی چیتی تھی اور ایک دن یہ سب اس کا دودھ پیتے تھے، اس اونٹنی کو مار ڈالنے پر ان پر ایک چیخ آئی اور یہ جتنے بھی تھے سب کے سب ڈھیر ہو گئے، مگر اس ایک شخص کے جو رحم شریف میں تھا لوگوں نے پوچھا: اس کا نام کیا تھا؟ فرمایا ابوہریرہ: یہ بھی جب حد حرم سے باہر آیا تو اسے بھی وہی عذاب ہوا۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں تو نہیں لیکن ہے مسلم شریف کی شرط پر۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ خودی قبیلے کی طرف سے ان کے بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا۔ تمام نبیوں کی طرح آپ نے بھی اپنی امت کو سب سے پہلے توحید الہی سکھائی، کہ فقط اس کی عبادت کریں اس کے سوا اور کوئی لائق عبادت نہیں۔ اللہ کا فرمان ہے جتنے بھی رسول آئے سب کی طرف یہی وحی کی جاتی رہی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں صرف میری ہی عبادت کرو۔ اور ارشاد ہے ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا اوروں کی عبادت سے بچو۔

وَ اذْكُرُواْ اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّأَكُمْ فِي
الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْۢ سُهُولِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا
فَاذْكُرُواْ الْاِلهَ الَّذِى لَا تَعْبُوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ؕ قَالَ
الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْۢ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتَضَعِفُوْا لِمَنْ
اَمِنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنْۢ صَلِحًا مَّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهِۦ قَالُوْا
اِنَّا بِمَا ارْسَلَ بِهِۦ مُؤْمِنُوْنَ ؕ

یاد کرو کہ اللہ نے عاد یوں کے بعد تمہیں خلیفہ بنایا ہے اور تمہیں ایسی زمین میں بسایا ہے کہ تم اس کے نرم حصے میں مکانات بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر مکانات بناتے ہو پس تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور فرسادی بن کر زمین میں جہاں پر پا کر تے نہ بھرو ○ اس کی قوم کے سرکش سرداروں نے قوم کے کزور ایمان داروں سے کہا کہ کیا تمہیں صالح کے رسول اللہ ہونے کا پورا علم ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ہاں ہم تو جس شریعت کے ساتھ وہ بھیجے گئے ہیں ایمان رکھنے والے ہیں ○

(آیت: ۶۳-۷۵) حضرت صالحؑ فرماتے ہیں: لوگو تمہارے پاس دلیل الہی آ چکی جس میں میری سچائی ظاہر ہے ان لوگوں نے حضرت صالحؑ سے یہ معجزہ طلب کیا تھا کہ ایک سنگلاخ چٹان جو ان کی ہستی کے ایک کنارے پر بڑی تھی جس کا نام کا تھا اس سے آپ ایک اونٹنی نکالیں جو گا بھین ہو (دودھ دینے والی اونٹنی جو دس ماہ کی حاملہ ہو) حضرت صالحؑ نے ان سے فرمایا کہ اگر ایسا ہو جائے تو تم ایمان قبول کرلو گے؟ انہوں نے پختہ وعدے کئے اور مضبوط عہد و پیمان کئے، حضرت صالحؑ علیہ السلام نے نماز پڑھنی دعا کی ان سب کے دیکھتے ہی چٹان نے بلند شروع کیا اور چیخ مچی اس کے سچ سے ایک اونٹنی نمودار ہوئی اسے دیکھتے ہی ان کے سردار جندب بن عمرو نے تو اسلام قبول کر لیا اور اس کے

ساتھیوں نے بھی پانی جو اور سردار تھے وہ ایمان لانے کے لئے تیار تھے مگر ذواب بن عمرو بن لبید نے اور حباب نے جو بتوں کا مجاور تھا اور رباب بن ہمر بن جلمس وغیرہ نے انہیں روک دیا۔ حضرت جندب کا بھتیجا شہاب نامی تھا یہ خود یوں کا بڑا عالم فاضل اور شریف شخص تھا۔ اس نے بھی ایمان لانے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن انہی بد بختوں نے اسے بھی روک دیا جس پر ایک مومن شہودی مہوش بن غنم نے کہا کہ آل عمرو نے شہاب کو دین حق کی دعوت دی قریب تھا کہ وہ شرف بہ اسلام ہو جائے اور اگر ہو جاتا تو اس کی عزت سوا ہو جاتی مگر بد بختوں نے اسے روک دیا اور نیکی سے ہٹا کر بدی پر لگا دیا اس حاملہ اونٹنی کو اس وقت بچہ ہوا ایک مدت تک دونوں ان میں رہے۔ ایک دن اونٹنی ان کا پانی پیتی اس دن ان قدر دودھ دیتی کہ یہ لوگ اپنے سب برتن بھر لیتے جیسے قرآن میں ہے وَبَنِيهِمْ اَنْعَ الْمَاءَ فَسَمَةَ بَيْنَهُمْ اِنْجُ اور آیت میں ہے هَذِهِ نَافَاةُ لَهَا شَرِبْتُ وَلَكُمْ شَرِبْتُ يَوْمَ مَعْلُومٍ یہ ہے اونٹنی اس کے اور تمہارے پانی پینے کے دن تقسیم شدہ اور مقررہ ہیں۔ یہ اونٹنی شہودیوں کی ہستی حجر کے ارد گرد چرتی چلتی تھی ایک راہ جاتی دوسری راہ آتی یہ بہت ہی موٹی تازی اور ہیبت والی اونٹنی تھی جس راہ سے گذرتی سب جانور ادھر ادھر ہو جاتے کچھ زمانہ گزرنے کے بعد ان اوپاشوں نے ارادہ کیا کہ اس کو مار ڈالیں تاکہ ہر دن ان کے جانور برابر پانی پی سکیں ان اوپاشوں کے ارادوں پر سب نے اتفاق کیا یہاں تک کہ عورتوں اور بچوں نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی اور انہیں شہید دی کہ ہاں اس پاپ کو کاٹ دو اس اونٹنی کو مار ڈالو۔

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا اِنَّا بِالذِّنِّ امْتَنَمْنَا بِهٖ كُفْرُوْنَ ﴿٧٦﴾
فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يُصْلِحْ
اٰتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٧٧﴾ فَاَخَذَتْهُمُ
الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جُثَمِيْنَ ﴿٧٨﴾

جن لوگوں نے سرکشی کی تھی انہوں نے کہا کہ تم جس پر ایمان لائے ہو ہم اس کے منکر ہیں ○ پس انہوں نے اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سر تالی کی اور کہنے لگے کہ اسے صالح جن عذابوں سے تو ہمیں دھمکا تا رہا ہے اگر تو فی الواقع پیغمبروں میں سے ہے تو انہیں ہم پر نازل کر دے ○ پس انہیں زلزلے نے آ پکڑا جس سے وہ اپنے گھروں میں ہی زانو پر اوٹھ کر گرے ہوئے مردے رہ گئے ○

(آیت ۷۶-۷۸) پتا نہی قرآن کریم میں ہے فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهُ هَٰذَا لِقَوْمٍ صٰلِحٍ نے اپنے نبی کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کو چھس کاٹ کر اسے مار ڈالا تو ان کے پروردگار نے ان کے گناہوں کے بدلے ان پر ہلاکت نازل فرمائی اور ان سب کو یکساں کر دیا اور آیت میں ہے کہ ہم نے شہودیوں کو اونٹنی دی جو ان کے لئے پوری سمجھ بوجھ کی چیز تھی لیکن انہوں نے اس پر ظلم کیا یہاں بھی فرمایا کہ انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا پس اس فصل کی اسناد سارے ہی قبیلے کی طرف ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ چھوٹے بڑے سب اس امر پر متفق تھے امام ابن جریر وغیرہ کا فرمان ہے کہ اس کے قتل کی وجہ یہ ہوئی کہ عذیرہ بنت غنم بن مخلو جو ایک بڑھیا کافرہ تھی اور حضرت صالح سے بڑی دشمنی رکھتی تھی اس کی لڑکیاں بہت خوبصورت تھیں اور غمی بھی یہ عورت المدار اس کے خاندان کا نام ذواب بن عمرو تھا جو شہودیوں کا ایک سردار تھا یہ بھی کافر تھا۔ اسی طرح ایک اور عورت تھی جس کا نام صدقہ بنت حیان بن زہیر بن عقر تھا یہ بھی حسن کے علاوہ مال اور حسب نسب میں بڑی موٹی تھی اس کا خاندان مسلمان ہو گیا تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس سرکش عورت نے خاندان کو چھوڑ دیا۔ اب یہ دونوں عورتیں لوگوں کو اسانی تھیں کہ کوئی آمادہ ہو جائے اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کر دے۔ صدقہ نامی عورت نے ایک شخص حباب کو بلایا اور اسے کہا کہ میں تیرے منکر آ

جاؤں گی اگر تو اس اونٹنی کو قتل کر دے، لیکن اس نے انکار کر دیا، اس پر اس نے مصدق بن مہرج بن حیا کو بلایا جو اس کے چچا کا لڑکا تھا اور اسے اس بات پر آمادہ کر لیا۔ یہ غیبت اس کے حسن و جمال کا مفتون تھا، اس برائی پر آمادہ ہو گیا۔ ادھر عنیزہ نے قد ابن سالف بن جذع کو بلا کر اس سے کہا کہ میری ان خوبصورت نوجوان لڑکیوں میں سے جسے تو پسند کرے، اسے میں تجھے دے دوں گی اس شرط پر کہ اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈال، یہ غیبت بھی آمادہ ہو گیا، یہ تھا بھی زنا کاری کا بچہ (زنا کی پیداوار) سالف کی اولاد میں نہ تھا، جیسا نانی ایک شخص سے اس کی بدکار ماں نے زنا کاری کتنی یہ اسی سے پیدا ہوا تھا اب دونوں چلے اور اہل مہود اور دوسرے شریوں کو بھی اس پر آمادہ کیا چنانچہ سات شخص اور بھی اس پر آمادہ ہو گئے اور یہ نوسادی شخص اس بد ارادے پر قتل گئے، جیسے قرآن کریم میں ہے وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ اس شہر میں شخص تھے جن میں اصلاح کا مادہ ہی نہ تھا، سراسر فساد ہی تھے چونکہ یہ لوگ قوم کے سردار تھے ان کے کہنے سننے سے تمام کفار بھی اس پر راضی ہو گئے اور انٹنی کے داہیں آنے کے راستے میں یہ دونوں شری اپنی اپنی کمان گاہوں میں بیٹھ گئے جب اونٹنی نکل کر پہلے مصدق نے اسے تیر مارا جو اس کی ران کی ہڈی میں بیوست ہو گیا اسی وقت عنیزہ نے اپنی خوبصورت لڑکی کو کھلے منہ قدر کے پاس بھیجا، اس نے کہا، تھوڑا دیکھتے ہو، اٹھو اور اس کا کام تمام کر دو، یہ اس کی شکایت کہتے ہی دوڑا اور اس کے دونوں ہاتھ پادوں کاٹ دیئے، اونٹنی پکڑا کر گری اور ایک آواز نکالی جس سے اس کا بچہ ہوشیار ہو گیا اور اس راستے کو چھوڑ کر پہاڑی پر چلا گیا۔ ادھر قدر نے اونٹنی کا گلا کاٹ دیا اور وہ مر گئی، اس کا بچہ پہاڑی چوٹی پر چڑھ گیا اور تین مرتبہ بلبلایا۔

حسن بصری فرماتے ہیں۔ اس نے اللہ کی سامنے اپنی ماں کے قتل کی فریاد کی، پھر جس چٹان سے کھلا تھا اسی میں سما گیا۔ یہ روایت بھی ہے کہ اسے بھی اس کی ماں کے ساتھ ہی ذبح کر دیا گیا تھا۔ واللہ اعلم حضرت صالح علیہ السلام کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ گھبرائے ہوئے موقعہ پر پہنچے دیکھا کہ اونٹنی بے جان پڑی ہے آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور فرمایا بس اب تین دن میں تم ہلاک کر دیئے جاؤ گے، ہوا بھی بجی، بدھ کے دن ان لوگوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا اور چونکہ کوئی عذاب نہ آیا، اس لئے اترا گئے اور ان مفسدوں نے ارادہ کر لیا کہ آج شام کو صالح کو بھی مار ڈالو، اگر واقعی ہم ہلاک ہونے والے ہی ہیں تو پھر یہ کیوں بچا رہے؟ اور اگر ہم پر عذاب نہیں آتا تو بھی آؤ روزِ روز کے اس جمعیت سے پاک ہو جائیں۔

چنانچہ قرآن کریم کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے مل کر مشورہ کیا اور پھر قسمیں کھا کر اقرار کیا کہ رات کو صالح کے گھر پر چھاپے مارو اور اسے اس کے گھرانے کو تہ تیغ کر دو اور صاف انکار کر دو کہ ہمیں کیا خبر کہ کس نے مارا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کے اس مکر کے مقابل ہم نے بھی مکر کیا اور یہ ہمارے مکر سے بالکل بے خبر رہے اب انجام دیکھو لو کہ کیا ہوا؟ رات کو یہ اپنی بد بستی سے حضرت صالح کے گھر کی طرف چلے، آپ کا گھر پہاڑ کی بلندی پر تھا، ابھی یہ اوپر چڑھ ہی رہے تھے کہ اوپر سے ایک چٹان پتھر کی لڑھکتی ہوئی آئی اور سب کو ہی چیں ڈالنا ان کا تو یہ مشر ہوا ادھر جمہرات کے دن تمام مہود یوں کے چہرے زرد پڑ گئے، جمعہ کے دن ان کے چہرے آگ جیسے سرخ ہو گئے اور ہفتے کے دن جو مہلت کا آخری دن تھا، ان کے منہ سیاہ ہو گئے۔ تین دن جب گزر گئے تو چوتھا دن اتوار صبح ہی صبح سورج کے روشن ہونے ہی اوپر آسمان سے سخت کڑا کا ہوا، جس کی ہولناک دہشت انگیز چٹکھاڑ نے ان کے کلیجے پھاڑ دیئے، ساتھ ہی نیچے سے زبردست زلزلہ آیا، ایک ہی ساعت میں ایک ساتھ ہی ان سب کا ڈھیر ہو گیا، مژدوں سے مکانات ہاڑا نکلی، کوپے بھر گئے، مرد عورت بچے بوڑھے اول سے آخر تک سارے کے سارے تباہ ہو گئے، شانِ رب دیکھئے کہ اس واقعہ کی خبر دنیا کو پہنچانے کے لئے ایک کافرہ عورت بچا دی گئی، یہ بھی بڑی خبیثہ تھی، حضرت صالح علیہ السلام کی عداوت کی آگ سے بھری ہوئی تھی، اس کی دونوں ٹانگیں نہیں تھیں لیکن ادھر عذاب آیا ادھر اس کے پاؤں نکل گئے، اپنی بستی سے سر پٹ بھاگی

اور تیز دوڑتی ہوئی دوسرے شہر پہنچی اور وہاں جا کر ان سب کے سامنے سارا واقعہ بیان کر ہی چکے تھے بعد ان سے پانی مانگا۔ ابھی پوری پیاس بھی نہ بجھی تھی کہ عذاب الہی آپؐ اور وہیں ڈھیر ہو کر رہ گئی۔ ہاں ابودعالم نامی ایک شخص اور بیچ گیا تھا یہ یہاں نہ تھا حرم کی پاک زمین میں تھا۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد جب یہ اپنے کسی کام کی غرض سے حد حرم سے باہر آیا اسی وقت آسمان سے پتھر آیا اور اسے بھی جہنم واصل کیا۔ ثمود یوں میں سے سوائے حضرت صالحؑ اور ان کے مؤمن صحابہ کے اور کوئی بھی نہ بچا۔ ابودعالم کا واقعہ اس سے پہلے حدیث میں بیان ہو چکا ہے۔ قبیلہ ثقیف جو طائف میں ہے مذکور ہے کہ یہ اس کی نسل سے ہیں۔ عبدالرزاق میں ہے کہ اس کی قبر کے پاس سے رسول کریم ﷺ جب گذرے تو فرمایا جانتے ہو یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے آپؐ نے فرمایا یہ ابودعالم کی قبر ہے یہ ایک خودی شخص تھا اپنی قوم کے عذاب کے وقت یہ حرم میں تھا اس وجہ سے عذاب الہی سے بچ رہا لیکن حرم شریف سے نکلا تو اسی وقت اپنی قوم کے عذاب سے یہ بھی ہلاک ہوا اور یہیں دفن کیا گیا اور اس کے ساتھ اس کی سونے کی لکڑی بھی دفنادی گئی چنانچہ لوگوں نے اس لکڑی کو کھود کر اس میں سے وہ لکڑی نکال لی۔

اور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا تھا ثقیف قبیلہ اسی کی اولاد ہے ایک مرسل حدیث میں بھی یہ ذکر موجود ہے۔ یہ بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا تھا اس کے ساتھ سونے کی شاخ دفن کر دی گئی تھی یہی نشان اس کی قبر کا ہے اگر تم اسے کھودو تو وہ شاخ ضرور نکل آئے گی چنانچہ بعض لوگوں نے اسے کھودا اور وہ شاخ نکال لی۔ ابوداؤد میں بھی یہ روایت ہے اور حسن عزیز ہے لیکن میں کہتا ہوں اس حدیث کے وصل کا صرف ایک طریقہ بھیر بن ابی بھیر کا ہے اور یہ صرف اسی حدیث کے ساتھ معروف ہے اور بقول حضرت امام بخاری بن مہین سوائے اسماعیل بن ابی امیہ کے اسے اس سے اور کسی نے روایت نہیں کیا احتمال ہے کہ کہیں اس حدیث کے مرفوع کرنے میں خطا نہ ہو۔ یہ عبداللہ بن عمرو ہی کا قول ہو اور پھر اس صورت میں یہ بھی ممکنات سے ہے کہ انہوں نے اسے ان دو فقراتوں سے لے لیا ہو جو انہیں جنگ یرموک میں ملے تھے۔ میرے استاد شیخ ابوالخیرؒ اس روایت کو پہلے تو حسن عزیز کہتے تھے لیکن جب میں نے ان کے سامنے یہ حجت پیش کی تو آپؐ نے فرمایا ہے شک ان امور کا اس میں احتمال ہے۔ واللہ اعلم۔

فَقَتَلُوا عَنْهُمْ وَقَالَ يَقَوْمٌ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رَسُولَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَكِنْ لَا تُحِبُّونَ التَّصْحِيْنَ ﴿٥٧﴾

حضرت صالحؑ نے ان سے منہ موڑ لیا اور فرمایا کہ میرے بھائیو میں تو تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا چکا اور تمہاری پوری خیر خواہی کی لیکن افسوس تم اپنے خیر خواہوں کو اپنا دوست نہیں سمجھتے ○

صالح علیہ السلام ہلاکت کے اسباب کی نشاندہی کرتے ہیں: ☆☆ (آیت: ۷۹) قوم کی ہلاکت دیکھ کر افسوس حسرت اور آخری ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر پیغمبر حق حضرت صالحؑ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نہ تمہیں رب کی رسالت نے فائدہ پہنچایا نہ میری خیر خواہی ٹھکانے لگی تم اپنی بے سمجھی سے دوست کو دشمن سمجھ بیٹھے اور آخر اس روز بد کو دعوت دے لی۔ چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی جب بدری کفار پر غالب آئے تو انہیں تین دن تک ٹھہرے رہے پھر رات کے آخری وقت اونٹنی پر زین کن کر آپؐ تشریف لے چلے اور جب اس گھاٹی کے پاس پہنچے جہاں ان کافروں کی لاشیں ڈالی گئی تھیں تو آپؐ ٹھہر گئے اور فرمانے لگے اے ابو جہل اے عتبہ اے شیبہ اے فلاں اے فلاں بتاؤ رب کے وعدے تم نے درست پائے؟ میں نے تو اپنے رب کے فرمان کی صداقت اپنی آنکھوں سے دیکھی لی حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ آپ ان

جسوں سے باتیں کر رہے ہیں جو مردار ہو گئے؟ آپ نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں جو ان سے کہہ رہا ہوں اسے یہ تم سے زیادہ سن رہے ہیں، لیکن جواب کی طاقت نہیں سمیرت کی کتابوں میں ہے کہ آپ نے فرمایا، تم نے میرا خاندان ہونے کے باوجود میرے ساتھ وہ برائی کی کہ کسی خاندان نے اپنے پیغمبر کے ساتھ نہ کی، تم نے میرے ہم قبیلہ ہونے کے باوجود مجھے جھٹلایا اور دوسرے لوگوں نے مجھے سچا سمجھا، تم نے رشتہ داری کے باوجود مجھے دیس نکالا دیا اور دوسروں نے مجھے اپنے ہاں جگہ دی، افسوس تم اپنے ہو کر مجھ سے برسرِ جنگ رہے اور دوسروں نے میری امداد کی جس تم اپنے نبی کے بدترین قبیلہ ہو۔ یہی حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم سے فرما رہے ہیں کہ میں نے تو ہمدردی کی انتہا کر دی، اللہ کے پیغام کی تبلیغ میں تمہاری خیر خواہی میں کوئی کوتاہی نہیں کی، لیکن آؤ تم نے اس سے کوئی فائدہ اٹھایا، نہ حق کی پیروی کی نہ اپنے خیر خواہ کی مانی، بلکہ اسے اپنا دشمن سمجھا۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ ہر نبی جب دیکھتا کہ اب میری امت پر عام عذاب آنے والا ہے انہیں چھوڑ کر نکل کھڑا ہوتا اور حرم مکہ میں پناہ لیتا۔ واللہ اعلم۔

مسند احمد میں ہے کہ حج کے موقع پر جب رسول کریم ﷺ وادی عسلمان پہنچے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ یہ کوئی وادی ہے؟ آپ نے جواب دیا، وادی عسلمان فرمایا، میرے سامنے سے حضرت ہو دار حضرت صالح علیہ السلام ابھی ابھی گزرے، اونیٹوں پر سوار تھے جن کی ٹکلیں کھجور کے پتوں کی تھیں، کنبوں کے چہرہ بندھے ہوئے اور موٹی چادریں اوڑھے ہوئے تھے، بلیک پکارتے ہوئے بیت اللہ شریف کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، یہ حدیث غریب ہے۔ صحاح ستہ میں نہیں۔

وَلَوْطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ۖ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُونِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝

(ہم نے ہی لوط کو بھیجا) اس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگ ایسی بے حیائی کا کام کر رہے ہو جو تم سے پہلے دنیا جہاں میں کسی نے نہیں کیا، کہ تم عورتوں کو چھوڑ کر اپنی شہوت رانی کے لئے مردوں کی طرف مائل ہو رہے ہو؟ بات یہ ہے کہ تم لوگ ہو ہی حد سے گزر جانے والے ۝

لوط علیہ السلام کی بد نصیب قوم: ☆ ☆ (آیت: ۸۰-۸۱) فرمان ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو بھی ہم نے ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا، تو ان کے واقعہ کو بھی یاد کر۔ حضرت لوط علیہ السلام ہاران بن آزر کے بیٹے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ آپ ہی کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا تھا اور آپ ہی کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا نبی بنا کر سدوم نامی بستی کی طرف بھیجا، آپ نے ان کو وار آس پاس کے لوگوں کو اللہ کی توحید اور اپنی اطاعت کی طرف بلایا، نیکیوں کے کرنے پر انہیں کو چھوڑنے کا حکم دیا، جن میں ایک برائی اغلاما بازی تھی جو ان سے پہلے دنیا سے مفقود تھی، اس بدکاری کے موجد پہلی ملعون لوگ تھے، عمرو بن دینار یہی فرماتے ہیں۔ جامع دمشق کے بانی خلیفہ ولید بن عبد الملک کہتے ہیں، اگر یہ خبر قرآن میں نہ ہوتی تو میں اس بات کو کبھی نہ مانتا کہ مرد مرد سے حاجت روائی کر لے۔ اسی لئے حضرت لوط علیہ السلام نے ان حرام کاروں سے فرمایا کہ تم سے پہلے تو یہ ناپاک اور خبیث فعل کسی نے نہیں کیا، عورتوں کو جو اس کام کے لئے تھیں، چھوڑ کر تم مردوں پر سمجھ رہے ہو؟ اس سے بڑھ کر اسراف اور جہالت اور کیا ہوگی؟ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ آپ نے فرمایا، یہ ہیں میری بیچیاں یعنی تمہاری قوم کی عورتیں، لیکن انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں ان کی چاہت نہیں، ہم تو تمہارے ان مہمان لڑکوں کے خواہاں ہیں۔ مفسرین فرماتے ہیں، جس طرح مرد مرد میں مشغول تھے، عورتیں بھی عورتوں میں چھنی ہوئی تھیں۔

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوهُمْ مِّنْ
 قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ۝ فَاَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ
 إِلَّا امْرَأَتَهُ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ۝ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا
 فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ۝

اس کے جواب میں قوم لوط کا صرف یہی قول تھا کہ انہیں اپنے شہر سے نکال دو یہ تو بڑے ہی پاک باز لوگ ہیں ○ پس ہم نے لوط کو اور اس کے گھرانے کو بچر اس کی
 بیوی کے بچالیا وہ پیچھے رہ جانے والوں میں رہ گئی ○ اور ہم نے ان پر بڑی بارش برسائی دیکھ لے کہ ان بدکاروں کا کیسا برا انجام ہوا ○

(آیت: ۸۲) قوم لوط پر بھی نبی کی نصیحت کا گرنہ ہوئی، بلکہ اللہ دشمنی کرنے لگے اور دوس نکالا دینے پر تل گئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مع
 ایمانداروں کے وہاں سے صحیح سالم بچالیا اور تمام ہستی والوں کو ذلت و ہستی کے ساتھ تباہ و غارت کر دیا۔ ان کا یہ کہنا کہ یہ بڑے پاک باز لوگ ہیں
 بطور طعن کے تھا اور یہ بھی مطلب تھا کہ یہ اس کام سے جو ہم کرتے ہیں دور ہیں پھر ان کا ہم میں کیا کام؟ عباد اور ابن عباس کا یہی قول ہے۔
 لوطی تباہ ہو گئے: ☆ ☆ (آیت: ۸۳-۸۴) حضرت لوط اور ان کا گھرانہ اللہ کے ان عذابوں سے بچ گیا جو لوطیوں پر نازل ہوئے۔ بجز
 آپ کے گھرانے کے اور کوئی آپ پر ایمان نہ لایا جیسے فرمان رب ہے فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ یعنی وہاں جتنے
 مومن تھے ہم نے سب کو نکال دیا لیکن بجز ایک گھروالے کے وہاں ہم نے کسی مسلمان کو پایا ہی نہیں بلکہ خاندان لوط میں سے بھی خود حضرت
 لوط علیہ السلام کی بیوی ہلاک ہوئی کیونکہ یہ بد نصیب کافرہ تھی ہی بلکہ قوم کے کافروں کی طرف داعی، اگر کوئی مہمان آتا تو اشاروں سے قوم کو
 خبر پہنچا دیتی، اسی لئے حضرت لوط سے کہہ دیا گیا تھا کہ اسے اپنے ساتھ نہ لے جانا بلکہ اسے خبر بھی نہ کرنا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ساتھ تو چلی تھی
 لیکن جب قوم پر عذاب آیا تو اس کے دل میں ان کی محبت آگئی اور رحم کی نگاہ سے انہیں دیکھنے لگی وہیں اسی وقت اس بد نصیب پر بھی عذاب آ
 گیا لیکن زیادہ ظاہر قول پہلا ہی ہے یعنی نہ اسے حضرت لوط نے عذاب کی خبر کی نہ اسے اپنے ساتھ لے گئے یہ یہیں باقی رہ گئی اور پھر ہلاک
 ہو گئی۔ غایبین کے معنی بھی باقی رہ جانے والے ہیں جن بزرگوں نے اس کے معنی ہلاک ہونے والے کئے ہیں وہ بطور لزوم کے ہیں کیونکہ
 جو باقی تھے وہ ہلاک ہونے والے ہی تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے مسلمان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شہر سے نکلنے ہی عذاب
 الہی ان پر بارش کی طرح برس پڑا وہ بارش پتھروں اور ڈھیلیوں کی تھی جو ہر ایک پر بالخصوص نشان زدہ اسی کے لئے آسمان سے گر رہے تھے۔ گو
 اللہ کے عذاب کو بے انصاف لوگ دور سمجھ رہے ہوں لیکن حقیقتاً ایسا نہیں، اسے پیغمبر آپ خود کچھ لیجئے کہ اللہ کی نافرمانیوں اور رسول اللہ کی
 تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے؟ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں لوطی فعل کرنے والے کو اونچی دیوار سے گرا دیا جائے پھر اوپر سے پتھراؤ
 کر کے اسے مار ڈالنا چاہئے کیونکہ لوطیوں کو اللہ کی طرف سے یہی سزا دی گئی۔ اور علماء کرام کا فرمان ہے کہ اسے رجم کر دیا جائے خواہ وہ شادی
 شدہ ہو یا بے شادی ہو۔

امام شافعیؒ کے دو قول میں سے ایک یہی ہے۔ اس کی دلیل مسند احمد ابو داؤد و ترمذی اور ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا جسے تم لوطی فعل کرتے پاؤ اُسے اور اس کے نیچے والے دونوں کو قتل کر دو۔ علماء کی ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ بھی فعل
 زنا کاری کے ہے شادی شدہ ہوں تو رجم ورنہ سو کوڑے۔ امام شافعیؒ کا دوسرا قول بھی یہی ہے۔ عورتوں سے اس قسم کی حرکت کرنا بھی چھوٹی

لواطت ہے اور یہ اجماع امت حرام ہے، بجز ایک شاذ قول کے اور بہت سی احادیث میں اس کی حرمت موجود ہے۔ اس کا پورا بیان سورۃ بقرہ کی تفسیر میں گذر چکا ہے۔

وَالِیٰ مَدَیْنٍ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ۚ قَالَ لَیْقَوْمٌ اَعْبُدُوا اللّٰهَ مَا
لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهُ ۚ قَدْ جَاءَ شَکْمٌ بَیْنَنَا ۚ مِّنْ رَبِّکُمْ فَاَوْفُوا
الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَاءَ هُمْ وَلَا تُفْسِدُوا
فِی الْاَرْضِ ۚ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۚ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ
مُّؤْمِنِیْنَ ۝۵۹

مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا، انہوں نے سمجھایا کہ اسے قوی بھائی اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے واضح دلیل آچکی اب تم پاپ تول پوری کیا کرو لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور ملک کے صحیح انتظام کے بعد اس میں رخصتا مذازیاں نہ کرو اگر تم ایماندار ہو تو تمہارے لئے یہی بات بہتری والی ہے ○

خطیب الانبیاء شعیب علیہ السلام: ☆ ☆ (آیت: ۸۵) مشہور مورخ حضرت امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ لوگ مدین بن ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ حضرت شعیب میکیل بن شجر کے لڑکے تھے، ان کا نام سریانی زبان میں یژون تھا۔ یہ یاد رہے کہ قبیلے کا نام بھی مدین تھا اور اس بستی کا نام بھی یہی تھا، یہ شہر معان سے ہوتے ہوئے حجاز جانے والے راستے میں آتا ہے۔ آیت قرآن وَلَمَّا وَرَدْنَا مَدَیْنَیْنِ میں شہر مدین کے کنوئیں کا ذکر موجود ہے اس سے مراد ایک دوالے ہیں جیسا کہ ان شاء اللہ بیان کریں گے۔ آپ نے بھی تمام رسولوں کی طرح انہیں توحید کی اور شرک سے بچنے کی دعوت دی اور فرمایا کہ اللہ کی طرف سے میری نبوت کی دلیلیں تمہارے سامنے آچکی ہیں۔ خالق کا حق بتا کر پھر مخلوق کے حق ادائیگی کی طرف رہبری کی اور فرمایا کہ ماپ تول میں کمی کی عادت چھوڑ دو لوگوں کے حقوق نہ مارو، کہو کچھ اور کرو کچھ یہ خیانت ہے۔ فرمان ہے وَنِیْلٌ لِّلْمُطْغَفِیْنِ ان ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے ویل ہے، اللہ اس بدخصلت سے ہر ایک کو پہنائے۔ پھر حضرت شعیب علیہ السلام کا اور وعظ بیان ہوتا ہے آپ کو یہ سب فصاحت عبارت اور عمدگی وعظ کے خطیب الانبیاء کہا جاتا تھا علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

وَلَا تَقْعُدُوا بِکُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ
اللّٰهِ مَنۢ بَدَا لَهُۥ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوا اِذْ کُنْتُمْ
قَلِیْلًا فَکَثَرْکُمْ ۚ وَانْظُرُوا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ۝۶۰
وَاِنْ کَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْکُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْ اَرْسَلْتُ بِہٖ وَطَآئِفَةٌ
لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰهُ بَیْنَنَا وَهَؤُلَآءِ

خَيْرُ الْحَكَمِينَ

ہر ہر راہ پر پیچھے کر لوگوں کو ڈرانا دھمکانا اور اللہ پر ایمان رکھنے والوں کو راہ اللہ سے روکنا اور اس میں کبھی پیدا کرنے کی کوشش کرنا چھوڑ دیا ہے اس وقت کو یاد کرو جبکہ تم بہت تھوڑے سے تھے اللہ نے تمہیں بڑھا دیا اور اور خود کچھ لوگ فساد چھانے والوں کا کیسا برا انجام ہوا؟ اگر تم میں سے ایک گروہ اس چیز پر ایمان لائے جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اور ایک گروہ ایمان نہ لائے تو تم مہر کروہار سے کام لو یہاں تک کہ خود اللہ تعالیٰ ہم میں فیصلہ فرمادے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے

قوم شعیب کی بد اعمالیاں: ☆ ☆ (آیت: ۸۶-۸۷) فرماتے ہیں کہ مسافروں کے راستے میں دہشت گردی نہ پھیلاؤ ڈاکو نہ ڈالو اور انہیں ڈرا دھمکا کر ان کا مال زبردستی نہ چھینو میرے پاس ہدایت حاصل کرنے کے لئے جو آنا چاہتا ہے اسے خوفزدہ کر کے روک دیتے ہو ایمانداروں کو اللہ کی راہ پر چلنے میں روڑے اٹکاتے ہو راہ حق کو ٹیڑھا کر دینا چاہتے ہو ان تمام برائیوں سے بچو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے بلکہ زیادہ ظاہر ہے کہ ہر رستے پر نہ بیٹھے کی ہدایت تو قتل و غارت کے سہ باب کے لئے ہو جو ان کی عادت تھی اور پھر راہ حق سے مومنوں کو نہ روکنے کی ہدایت پھر کی ہو۔ تم اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ کتنی میں قوت میں تم کچھ نہ تھے بہت ہی کم تھے اس نے اپنی مہربانی سے تمہاری تعداد بڑھا دی اور تمہیں زور آور کر دیا رب کی اس نعمت کا شکریہ ادا کرو عبرت کی آنکھوں سے ان کا انجام دیکھ لو جو تم سے پہلے ابھی ابھی گزرے ہیں جن کے ظلم و جبر کی وجہ سے جن کی بدامنی اور فساد کی وجہ سے رب کے عذاب ان پر ٹوٹ پڑے وہ اللہ کی نافرمانیوں میں رسولوں کے جھٹلانے میں مشغول رہے دلیر بن گئے جس کے بدلے اللہ کی پکڑ ان پر نازل ہوئی آج ان کی ایک آنکھ جھپکتی ہوئی باقی نہیں رہی نیست و نابود ہو گئے مر گئے دیکھو میں تمہیں صاف بے لاگ ایک بات بتا دوں تم میں سے ایک گروہ مجھ پر ایمان لا چکا ہے اور ایک گروہ نے میرا انکار اور بری طرح مجھ سے کفر کیا ہے اب تم خود دیکھ لو گے کہ مدد رسانی کس کا ساتھ دیتی ہے اور اللہ کی نظروں سے کون گر جاتا ہے؟ تم رب کے فیصلے کے منتظر رہو وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے اچھا اور سچا فیصلہ کرنے والا ہے۔ تم خود دیکھ لو کہ اللہ والے پامراد ہوں گے اور اللہ کے دشمن نامراد ہوں گے۔